قادیانی
اسلام
میں
اختلافات کا آغاز

ایک معرکۃ الآرا تقریر

جو

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی امام جماعت احمدیہ نے

اسلام میں اختلافات کا آغاز

یعنی

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں باغیوں اور مفسدوں کی سازشوں اور شر انگیزیوں

کی تفصیلات پر

بتاریخ ۲۶- فروری سنہ ۱۹۱۹ء مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور میں کئی ہزار کے

مجمع میں فرمائی اور جسے

حسب ہدایت جناب سید عبدالقادر صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ اسلامیہ کالج لاہور

خاکسار
محمد فخر الدین احمدی ملتانی مہتمم احمدیہ کتاب گھر قادیان نے شائع کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے راقم الحروف کی درخواست پر یہ تقریر جو اسوقت کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں بیان فرمائی تھی۔ اسوقت میرا ارادہ تھا۔ کہ اسے طبع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا جائے۔ تاکہ میرے مسلمان بھائی حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت کے اس افسوسناک واقعہ سے عبرت پکڑیں اور اپنے باہمی اختلافات سے اعدائے اسلام کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیں۔ لیکن کچھ تو خانگی مصائب ....

...... اور کچھ کالج میں بعض ناشدنی واقعات کے رونما ہونے کی وجہ سے یہ کام معرض تعویق میں رہا۔ اب اخویم محمد فخر الدین صاحب احمدی ملتانی کی مستعدی کی بدولت یہ کام انجام کو پہنچا ہے

فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُد بُد ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں۔ اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرایہ میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جنکی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گذرا ہوگا سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جسقدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائیگا۔ اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہوگا۔ اس مضمون کا دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شائع کیا جاویگا۔ والسلام

سید عبد القادر (ایم۔اے) اسلامیہ کالج لاہور یکم دسمبر ۱۹۲۰ء

میں پروفیسر صاحب موصوف کا تہ دل سے مشکور ہوں جنکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اگلے سال بھی اس قابل رشک سعادت سے محروم نہیں رکھا۔ جو خاکسار کو اپنے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے مبارک کلام کو وقتاً فوقتاً شائع کرنے سے حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اپنے بعض حالات اور مجبوریوں کو پیش نظر رکھکر فاما بنعمۃ ربک فحدث کے ماتحت میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ بالآخر میں اس ناچیز خدمت کو حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت والا میں پیش کر کے خاص دعاؤں کے لیے ملتجی ہوں۔ خاکسار فخر ملتانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"اختلافات کا آغاز اسلام میں"

اسلامی تاریخ سے واقفیت کی ضرورت

کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے یہ بات نہائت خوشی کے ساتھ سُنی تھی کہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایک
ایسی سوسائٹی قائم ہوئی ہے۔ جس میں تاریخی امور سے واقف کار اپنی اپنی تحقیقات بیان کیا کریں گے۔
مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ اقوام کی ترقی میں تاریخ سے آگاہ ہونا ایک بہت بڑا محرک ہوتا ہے۔
اور کوئی ایسی قوم جو اپنی گذشتہ تاریخی روایات سے واقف نہ ہو۔ کبھی ترقی کی طرف قدم نہیں مار سکتی۔ اپنے آباؤ
اجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلےٰ مقاصد۔ کی طرف رہنمائی کرتی ہے پس جب اس سوسائٹی
کے قائم ہونے کا مجھے علم ہوا۔ تو اس خیال سے کہ اس میں جہاں اور تاریخی مضامین پر لیکچر ہونگے۔
وہاں اسلامی تاریخ پر ایسے لیکچر ہوا کرینگے جن سے کالجوں کے طالب علم اندازہ کر سکیں گے۔ کہ ان کے
آباؤ اجداد کے ذمہ کیسے کیسے مشکل کام پڑتے رہے ہیں۔ اور وہ کس خوش اسلوبی اور کیسے استقلال کے
ساتھ ان کو کرتے رہے ہیں۔ اور ان کو معلوم ہوگا کہ ہم کیسے آباء کی اولاد ہیں۔ اور ان کی ذریت اور قائمقام
ہونے کی حیثیت سے ہم پر کیا فرائض عائد ہیں۔ اور ان کو اپنے آباء کے شاندار اعمال اور ان کے اعلیٰ شان
کو دیکھ کر انہی جیسا بننے کا خیال پیدا ہوگا۔ پس مجھے اس سوسائٹی کے قائم ہونے پر بہت خوشی ہوئی۔
اور اب جبکہ مجھ سے اس سوسائٹی میں اسلامی تاریخ کے کسی حصہ پر لیکچر دینے کے لئے کہا گیا۔ تو میں نے
نہائت خوشی سے اپنی روانگی ملتوی کر کے اس موقعہ پر آپ لوگوں کے سامنے بعض تاریخی مضامین پر
اپنی تحقیقات کا بیان کرنا منظور کر لیا۔

مضمون کی اہمیّت

مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بعض اسلامی تاریخی مسائل پر کچھ بیان کروں۔ اور گو اسلامی تاریخ میں

سب سے اہم وہ زمانہ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت دنیا میں اسلام کا اعلان کیا۔ اور تیئیس سالہ محنت شاقہ سے لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں اس کا نقش ثبت کیا۔ اور ہزاروں آدمیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کا فکر۔ قول اور فعل اسلام ہی ہوگیا مگر چونکہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے۔ اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے۔ اور اسی زمانہ کی تاریخ نہائت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ اور اس کے دوستوں کے لئے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے۔ اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانہ کی تاریخ کی دلدل سے صحیح وسلامت پار نکلنا چاہا ہو۔ اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں۔ اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔

اسلام کا شاندار ماضی

آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ جو کام اللہ تعالےٰ نے میرے سپرد کیا ہوا ہے (یعنی جماعت احمدیہ کی تربیت اور اس کی ضروریات کا انصرام اور اس کی ترقی کی فکر) وہ اپنی نوعیت میں بہت سی شقوں پر حاوی ہے۔ پس اس کے انصرام کے لئے ان خاص تاریخی مضامین کا جو زمانہ خلافت سے متعلق ہیں۔ علم رکھنا میرے لئے ایک نہائت ضروری امر ہے۔ اور اس لئے باوجود کم فرصتی کے مجھے اس زمانہ کی تاریخ کو زیر مطالعہ رکھنا پڑتا ہے۔ اور گو ہمارا اصل کام مذہب کی تحقیق و تدقیق ہے مگر اس مطالعہ کے باعث ابتدائے اسلام کی تاریخ کے بعض ایسے پوشیدہ امر مجھ پر خدائے تعالےٰ کے فضل سے ظاہر ہوئے ہیں۔ جن سے اس زمانہ کے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ اور اس ناواقفیت کے باعث بعض مسلمان تو اپنے مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور ان کو اپنا ماضی ایسا بھیانک نظر آرہا ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی شاندار مستقبل کی امید نہیں رکھ سکتے۔ مگر ان کی یہ مایوسی غلط اور ان کے ایسے خیالات نادرست ہیں۔ اور صرف اس امر کا نتیجہ ہیں کہ ان کو صحیح اسلامی تاریخ کا علم نہیں۔ ورنہ اسلام کا ماضی ایسا شاندار اور بے عیب ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحبت یافتہ سب کے سب ایسے اعلےٰ درجہ کے با اخلاق لوگ ہیں کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی خواہ وہ کسی نبی کی صحبت یافتہ کیوں نہ ہوں۔ اور صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ لوگ ہی ہیں۔ جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے استاد اور آقا کے نقش قدم پر چل کر ایسی روحانیت پیدا کر لی تھی کہ سیاسیات کی خطرناک الجھن میں پڑ کر بھی انہوں نے تقوے اور دیانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور سلطنت کے بار کے نیچے بھی ان کی کمر ایسی ہی استادہ رہی۔ جیسی کہ اُس وقت جب ”قوت لا یموت“ سے وہ محتاج تھے۔ اور اُن کا فرش مسجدِ نبیؐ کی بے فرش زمین تھی۔ اور اُن کا تکیہ اُن کا اپنا ہاتھ۔ ان کا شغل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک سننا تھا۔ اور ان کی تفریح خدائے واحد کی عبادت تھی۔

اسلام کے اولین فدائی۔ حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ

غالباً آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا ارادہ اس وقت حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ بیان کرنے کا ہے۔ یہ دونوں بزرگ اسلام کے اولین فدائیوں میں سے ہیں۔ اور اُن کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں۔ ان کی دیانت اور ان کے تقوے پر الزام کا آنا درحقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے۔ اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا۔ اس کو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا۔ کہ ان لوگوں کا وجود درحقیقت تمام قسم کی دھڑے بندیوں سے ارفع اور بالا ہے۔ اور یہ بات بے دلیل نہیں۔ بلکہ تاریخ کے اوراق اس شخص کے لئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے۔ اس امر پر شاہد ہیں۔

غیر مسلم مؤرخین کی غلط بیانیاں

جہاں تک میری تحقیق ہے۔ ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے۔ اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے۔ اور حقیقت کبھی پردۂ خفاء کے نیچے نہیں چھپی۔ ہاں اس

زمانہ میں جبکہ مسلمان اپنی تاریخ سے ناواقف ہو گئے۔ اور خود اپنے مذہب پر اُن کو آگاہی نہیں رہی۔ اسلام کے دشمنوں نے یا تو بعض دشمنوں کی روایات کو تاریخ اسلام سے چُن کر یا صحیح واقعات سے غلط نتائج اخذ کر کے ایسی تاریخیں بنا دیں کہ جن سے صحابہؓ اور ان کے ذریعہ سے اسلام پر حرف آوے۔ چونکہ اس وقت مسلمانوں کی عینک جس سے وہ ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں۔ یہی غیر مسلم مؤرخ ہو رہے ہیں۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے بتایا۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ جن لوگوں کو خود عربی تاریخیں پڑھنے کا موقعہ ملا بھی۔ انہوں نے بھی یورپ کی ہائر کرٹیسزم (اعلیٰ طریق تنقید) سے ڈر کر ان بے سروپا اور جعلی روایات کو جن پر یورپین مصنفوں نے اپنی تحقیق کی بنا رکھی تھی صحیح اور مقدم سمجھا۔ اور دوسری روایات کو غلط قرار دیا۔ اور اس طرح یہ زمانہ ان لوگوں سے قریباً خالی ہو گیا۔ جنہوں نے واقعات کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش کی۔

اسلام میں فتنوں کے اصلی موجب صحابہؓ نہ تھے

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہؓ ہی تھے۔ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں کے حالات پر مجموعی نظر ڈالتے ہوئے یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اپنے ذاتی اغراض یا مفاد کی خاطر انہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جن لوگوں نے صحابہؓ کی جماعت میں مسلمانوں میں اختلاف و شقاق نمودار ہونے کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ فتنہ کی وجوہ اور جگہ پیدا ہوئی ہیں۔ اور وہیں اُن کی تلاش کرنے پر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ جو غلط روایات کہ اس زمانہ کے متعلق مشہور کی گئی ہیں۔ اگر ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو ایک صحابیؓ بھی نہیں بچتا جو اس فتنہ میں حصہ لینے سے محفوظ رہا ہو۔ اور ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ جو تقوے اور دیانت پر مضبوطی سے قائم رہا ہو۔ اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک ایسا حملہ ہے کہ بیخ و بنیاد اس سے اکھڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ان روایات کے بموجب اسلام کے درخت کے پھل ایسے کڑوے ثابت ہوتے ہیں کہ کچھ خرچ کرنا تو الگ رہا مفت بھی اس کے لینے کے لئے کوئی تیار نہ ہوگا۔ مگر کیا کوئی شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا ذرہ بھی مطالعہ کیا ہو۔ اس امر کے تسلیم کرنے کے

کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خیال کرنا بھی بعید از عقل ہے۔ کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی۔ آپ کے جلیل القدر اور جاں نثار صحابہؓ تھے۔ اور آپ سے نہائت قریبی رشتے اور تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی اور ان کے علاوہ تمام دیگر صحابہؓ بھی بلا استثناء چند ہی سال میں ایسے بگڑ گئے کہ صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ کہ کسی مذہبی اختلاف کی بناء پر ایسے اختلافات میں پڑ گئے۔ کہ اس کے صدمہ سے اسلام کی جڑ ہل گئی۔ مگر افسوس ہے کہ گو مسلمان لفظاً تو نہیں کہتے کہ صحابہؓ نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فتنے کھڑے کئے۔ لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو سچا سمجھ کر جنہوں نے اسلام اچھی طرح قبول نہیں کیا تھا۔ اور صرف زبانی اقرار اسلام کیا تھا۔ اور پھر ایسے لوگوں کی تحقیقات پر اعتبار کر کے جو اسلام کے سخت دشمن اور اس کے مٹانے کے درپے ہیں۔ ایسی باتوں کو تسلیم کر رکھا ہے۔ جن کے تسلیم کرنے سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہؓ کی جماعت نعوذ باللہ تقوےٰ اور دیانت سے بالکل خالی تھی۔

میں اپنے بیان میں اس امر کا لحاظ رکھونگا۔ کہ تاریخیں وغیرہ نہ آویں تا کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور مضمون پیچدار نہ ہو جاوے۔ کیونکہ میرے اس لیکچر کی اصل غرض ابتدائے اسلام کے بعض اہم واقعات سے کالجوں کے طلباء کو واقف کرنا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہی عربی عبارات کے بیان کرنے سے بھی حتی الوسع اجتناب کروں گا۔ اور واقعات کو حکایت کے طور پر بیان کروں گا۔

اختلافات کا ظہور خلیفہ ثالث کے زمانہ میں کیوں ہوا؟[1]

یہ بات تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر روشن ہوگی کہ مسلمانوں میں اختلاف کے آثار نمایاں طور پر خلیفہ ثالث کے عہد میں ظاہر ہوئے تھے۔ ان سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اختلاف نے کبھی سنجیدہ صورت اختیار نہیں کی۔ اور مسلمانوں کا کلمہ ایسا متحد تھا کہ دوست و دشمن سب اس کے افتراق کو ایک غیر ممکن امر خیال کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے عموماً لوگ اس اختلاف کو خلیفہ ثالث کی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جیسا میں آگے چل کر بتاؤنگا۔ واقعہ یوں نہیں۔

---

[1] اس مضمون پر برائے اشاعت نظر ثانی کرتے وقت میں نے حاشیہ پر بعض ضروری تاریخی حوالجات دے دیئے ہیں۔ اور مطالعہ کنندہ کتاب کو زیادہ مشقت سے بچانے کے لئے صرف تاریخ طبری کے حوالوں پر اکتفا کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ منہ

حضرت عثمان رضؓ کے ابتدائی حالات

حضرت عمرؓ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر مسند خلافت پر بیٹھنے کے لئے حضرت عثمانؓ پر پڑی۔ اور آپ اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے اس کام کے لئے منتخب کئے گئے۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ اور یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آپ سے بیاہی گئیں۔ اور جب دوسری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی حضرت عثمانؓ سے بیاہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ کو خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ اہل مکہ کی نظر میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے۔ اور اس وقت اور ملک عرب کے حالات کے مطابق مالدار آدمی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام اختیار کرنے کے بعد جن خاص خاص لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا۔ ان میں ایک حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ اور آپ پر حضرت ابوبکرؓ کا گمان غلط نہیں گیا۔ بلکہ تھوڑے دنوں کی تبلیغ سے ہی آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس طرح **سابقون الاولون** میں یعنی اسلام میں داخل ہونے والے اس پیشرو گروہ میں شامل ہوئے۔ جن کی قرآن کریم نہایت قابل رشک الفاظ میں تعریف فرماتا ہے۔ عرب میں انہیں جس قدر عزت اور توقیر حاصل تھی۔ اس کا کسی قدر پتہ اس واقعہ سے لگ سکتا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بنا پر مکہ تشریف لائے۔ اور اہل مکہ نے بغض و کینہ سے اندھے ہو کر آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ کسی خاص معتبر شخص کو اہل مکہ کے پاس اس امر پر گفتگو کرنے کے لئے بھیجا جاوے اور حضرت عمرؓ کو اس کے لئے انتخاب کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں تو جانے کو تیار ہوں مگر مکہ میں اگر کوئی شخص ان سے گفتگو کر سکتا ہے تو وہ حضرت عثمانؓ ہے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کی نظر میں خاص عزت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص گیا تو اس پر کامیابی کی اتنی امید نہیں ہو سکتی۔ جتنی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہے۔ اور آپ کی اس بات کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درست تسلیم کیا۔ اور انہیں کو اس کام کے لئے بھیجا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کفار میں بھی خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عثمان رضؓ کا مرتبہ رسول صلعم کی نظر میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عمر رضؓ تشریف لائے تب بھی آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عثمان رضؓ تشریف لائے تو آپ نے جھٹ اپنے کپڑے سمیٹ کر درست کر لئے۔ اور فرمایا کہ حضرت عثمان رضؓ کی طبیعت میں حیا بہت ہے۔ اس لئے میں اس کے احساسات کا خیال کر کے ایسا کرتا ہوں۔ آپ ان شاذ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا۔ اور زنا کے نزدیک نہیں گئے۔ اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جو عرب کے ملک میں جہاں شراب کا پینا فخر اور زنا ایک روزمرہ کا شغل سمجھا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے چند گنتی کے آدمیوں سے زیادہ لوگوں میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ غرض آپ کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ نہائت اعلیٰ درجہ کے اخلاق آپ میں پائے جاتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے آپ نہائت ممتاز تھے۔ اسلام میں سبقت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر نہائت خوش تھے۔ اور حضرت عمر رضؓ نے آپ کو ان چھ آدمیوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلعم کی وفات کے وقت تک آپ کی اعلےٰ درجہ کی خوشنودی کو حاصل کئے رہے۔ اور پھر آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک فرد ہیں۔ یعنی ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت[1] دی تھی۔

آپ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے چھ سال تک حکومت میں کسی قسم کا کوئی فتنہ نہیں اٹھا۔ بلکہ لوگ آپ سے بالعموم بہت خوش تھے۔ اس کے بعد یکدم ایک ایسا فتنہ پیدا ہوا۔ جو بڑھتے بڑھتے اس قدر ترقی کر گیا کہ کسی کے روکے نہ رک سکا۔ اور انجام کار اسلام کے لئے سخت مضر ثابت ہوا

---

[1] درحقیقت عشرہ مبشرہ ایک محاورہ ہو گیا ہے۔ ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت زیادہ صحابہ رضؓ کی نسبت جنت کی بشارت دی ہے عشرہ مبشرہ سے دراصل وہ دس مہاجر مراد ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ اور جن پر آپ کو خاص اعتماد تھا +

تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر اب تک اس کا اثر امت اسلامیہ میں سے زائل نہیں ہوا۔

فتنہ کہاں سے پیدا ہُوا؟

اب سوال ہوتا ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا۔ اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے۔ اور بعض نے حضرت علیؓ کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض بدعتیں شروع کردی تھیں۔ جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خلافت کے لئے مخفیہ کوشش شروع کردی تھی۔ اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مخالفت پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا۔ تاکہ خود خلیفہ بن جائیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حضرت عثمانؓ نے کوئی بدعت جاری کی۔ اور نہ حضرت علیؓ نے خود خلیفہ بننے کے لئے انہیں قتل کرایا۔ یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے۔ بلکہ اس فتنہ کی اور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمانؓ او حضرت علیؓ کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے۔ وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے۔ جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں۔ کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھیگا۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مواخذہ نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے۔ کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالےٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمانؓ ایسے انسان نہ تھے۔ کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے۔ اور نہ حضرت علیؓ ایسے انسان تھے کہ خلافت کے لئے مخفیہ منصوبے کرتے۔ جہاں تک میں نے غور اور مطالعہ کیا ہے اس فتنہ ہائلہ کے چار وجوہ ہیں۔

فتنے کے چار وجوہ

اول: عموماً انسانوں کی طبیعت حصول جاہ و مال کی طرف مائل رہتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں کو خدائے تعالےٰ نے خاص طور پر صاف کیا ہو۔ صحابہؓ کی عزت ان کے مرتبہ اور ان کی ترقی اور حکومت کو دیکھ کر نو مسلموں میں سے بعض لوگ جو کامل الایمان نہ تھے۔ حسد کرنے

لگے۔ اور جیساکہ قدیم سے سنت چلی آئی ہے۔ اس بات کی امید کرنے لگے۔ کہ یہ لوگ حکومت کے کاموں سے دست بردار ہو کر سب کام ہمارے ہاتھوں میں دے دیں۔ اور کچھ اور لوگوں کو بھی اپنا جوہر دکھانے کا موقعہ دیں۔ ان لوگوں کو یہ بھی برا معلوم ہوتا تھا کہ علاوہ اس کے کہ حکومت صحابہؓ کے قبضہ میں تھی۔ اموال میں بھی ان کو خاص طور پر حصہ ملتا تھا۔ پس یہ لوگ اندر ہی اندر جلتے رہتے تھے۔ اور کسی ایسے تغیر کے منتظر تھے جس سے یہ انتظام درہم برہم ہو کر حکومت ان لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے۔ اور یہ بھی اپنے جوہر لیاقت دکھاویں۔ اور دنیاوی وجاہت اور اموال حاصل کریں۔ دنیاوی حکومتوں میں ایسے خیالات ایک حد تک قابل معافی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات معقول بھی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ اول دنیاوی حکومتوں کی بنیاد کلی طور پر ظاہری اسباب پر ہوتی ہے۔ اور ظاہری اسباب ترقی میں سے ایک بہت بڑا سبب نئے خیالات اور نئی روح کا قالب حکومت میں داخل کرنا بھی ہے جو اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ پہلے کام کرنے والے خود بخود کام سے علیحدگی اختیار کر کے دوسروں کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔

دوم۔ حکومت دنیاوی کو چونکہ نیابت عامہ کے طور پر اختیارات ملتے ہیں۔ اس لئے عوام کی رائے کا احترام اس کے لئے ضروری ہے۔ اور لازم ہے کہ وہ لوگ اس کے کاموں کے انصرام میں خاص دخل رکھتے ہوں۔ جو عوام کے خیالات کے ترجمان ہوں۔ مگر دینی سلسلہ میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں ایک مقررہ قانون کی پابندی سب اصول سے مقدم اصل ہوتا ہے۔ اور اپنے خیالات کا دخل سوائے ایسی فروعات کے جن میں شریعت نے خود خاموشی اختیار کی ہو۔ قطعاً ممنوع ہے۔ دوم دینی سلسلوں کو اختیارات خدا تعالےٰ کی طرف سے ملتے ہیں۔ اور اس کی زمام انتظام جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ اس کا فرض ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں وہ لوگوں کو راستہ سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کریں۔ ان پر واجب ہوتا ہے کہ لوگوں کے خیالات کو اس سانچہ میں ڈھالیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تیار ہوا ہے۔

خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا

غرض اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراضات ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ وہ یہ نہ سوچتے تھے کہ خلافت اسلامیہ کوئی دنیاوی حکومت نہ تھی نہ صحابہؓ عام امرائے دولت۔ بلکہ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ اور قرآن کریم کے خاص احکام مندرجہ سورۂ نور کے مطابق قائم کیا گیا تھا۔ اور صحابہؓ وہ ارکان دین تھے۔ کہ جن کی اتباع روحانی مدارج کے حصول کے لئے خدا تعالےٰ نے فرض کی تھی۔ صحابہؓ نے اپنے کاروبار کو ترک کر کے ہر قسم کی مسکنت اور غربت کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اپنے عزیزواقربا کی صحبت و محبت کو چھوڑ کر اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر اپنے خیالات و جذبات کو قربان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کو اختیار کیا تھا۔ اور بعض نے قریباً ایک چوتھائی صدی آپ کی شاگردی اختیار کر کے اسلام کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اور اس پر عمل کر کے اس کا عملی پہلو مضبوط کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے کیا مطلب ہے۔ اس کی کیا غرض ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ اس کی تعلیم پر کس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل کر کے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس وہ کسی دنیاوی حکومت کے بادشاہ اور اس کے ارکان نہ تھے۔ وہ سب سے آخری دین اور خاتم النبیین کی لائی ہوئی شریعت کے معلم تھے۔ اور ان پر فرض کیا گیا تھا کہ اپنے عمل سے، اپنے قول سے اپنی حرکات سے۔ اپنی سکنات سے اسلام کی ترجمانی کریں۔ اور اس کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں نقش کریں۔ اور ان کے جوارح پر اس کو جاری کریں۔ وہ استبداد کے حامی نہ تھے۔ بلکہ شریعت غرا کے حامی تھے۔ وہ دنیا سے متنفر تھے۔ اور اگر ان کا بس ہوتا تو دنیا کو ترک کر کے گوشہ ہائے تنہائی میں جا بیٹھتے۔ اور ذکر خدا سے اپنے دلوں کو راحت پہنچاتے۔ مگر وہ اس ذمہ داری سے مجبور تھے جس کا بوجھ خدا اور اس کے رسول صلعم نے ان کے کندھوں پر رکھا تھا[۱]۔ پس وہ جو کچھ کرتے تھے۔ اپنی خواہش سے نہیں کرتے تھے بلکہ خدا تعالےٰ

---

[۱] اسلامی تاریخ کے بعد کے واقعات سے یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ صحابہ کا دخل کیسا مفید بابرکت تھا۔ کیونکہ کچھ عرصہ کیلئے صحابہ کے دخل کو ہٹا کر خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ ان کے علیحدہ ہونے سے کیسے برے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسلام کی تضحیک خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں اس عرصہ میں اس طرح ہوئی کہ دل ان حالات کو پڑھ کر خوف کھاتے ہیں۔ اور جسموں میں لرزہ آتا ہے (مرزا محمود احمد)

کے حکم کے ماتحت اور اس کے رسول کی ہدایات کے مطابق کرتے تھے اور ان پر حسد کرنا یا بدگمانی کرنا ایک خطرناک غلطی تھی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ صحابہ کو خاص طور پر اموال کیوں دیئے جاتے تھے یہ بھی ایک وسوسہ تھا۔ کیونکہ صحابہ کو جو کچھ ملتا تھا۔ ان کے حقوق کے مطابق ملتا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق کو دبا نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ہر ایک شخص خواہ وہ کل کا مسلمان ہو۔ اپنا حق اسی طرح پاتا تھا جس طرح ایک سابق بالایمان۔ ہاں صحابہ کا کام اور ان کی محنت اور قربانی دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور ان کی پرانی خدمات اس پر مستزاد تھیں۔ پس وہ ظلماً نہیں بلکہ انصافاً دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حقدار تھے۔ اس لیئے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بدلہ پاتے تھے انہوں نے اپنے حصے خود مقرر نہ کیئے تھے۔ بلکہ خدا اور اس کے رسول نے ان کے حصے مقرر کئے تھے اگر ان لوگوں کے ساتھ خاص معاملہ نہ کیا جاتا۔ تو وہ پیشگوئیاں کیونکر پوری ہوتیں جو قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلعم میں ان لوگوں کی ترقی اور ان کے اقبال اور انکی رفاہت اور ان کے غنا کی نسبت کی گئی تھیں۔ اگر حضرت عمرؓ کسریٰ کی حکومت کے زوال اور اسکے خزانوں کی فتح پر کسریٰ کے کڑے سراقہ بن مالک کو نہ دیتے اور نہ پہناتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات کیونکر پوری ہوتی۔ کہ میں سراقہ کے ہاتھ میں کسریٰ کے کڑے دیکھتا ہوں[1]۔ مگر میں پھر بھی یہ کہوں گا کہ صحابہ کو جو کچھ ملتا تھا دوسروں کا حق مار کر نہ ملتا تھا۔ بلکہ ہر ایک شخص جو ذرہ بھی حکومت کا کام کرتا تھا۔ اس کو اس کا حق دیا جاتا تھا۔ اور خلفاء اس بارے میں نہایت محتاط تھے۔ صحابہ کو صرف ان کا حق دیا جاتا تھا۔ اور وہ ان کے کام اور ان کی سابقہ خدمات کے لحاظ سے بیشک دوسروں سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور پھر ان میں سے ایک حصہ موجودہ جنگوں میں بھی حصہ لیتا تھا۔ اور اس خدمت کے صلہ میں وہ بھی ویسے ہی بدلہ کا مستحق ہوتا تھا جیسے کہ اور لوگ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ ان اموال کو جمع کرنے یا ان کو اپنے نفسوں پر خرچ کرنے کے عادی نہ تھے۔ بلکہ وہ اپنے حصہ صرف خدا و رسول کے کلام کو سچا کرنے کے لیئے لیتے تھے

[1] اصابہ فی معرفتہ الصحابہ

ورنہ ان میں سے ہر ایک اپنی سخاوت اور اپنی عطا میں اپنی آپ نظیر تھا۔ اور ان کے اموال صرف غربا کی کفالت اور ان کی خبر گیری میں صرف ہوتے تھے۔

صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے

غرض صحابہ کی نسبت جو بعض لوگوں کو حسد اور بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ بلاوجہ اور بلا سبب تھی۔ مگر بلاوجہ ہو یا باوجہ اس کا بیج بویا گیا تھا۔ اور دین کی حقیقت سے ناواقف لوگوں میں سے ایک طبقہ ان کو غاصب کی حیثیت میں دیکھنے لگا تھا۔ اور اس بات کا منتظر تھا کہ کب کوئی موقعہ ملے اور ان لوگوں کو ایک طرف کر کے ہم حکومت و اموال حکومت پر تصرف کریں دوسری وجہ اس فساد کی یہ تھی کہ اسلام نے حریت فکر اور آزادی عمل اور مساوات افراد کے ایسے سامان پیدا کر دیئے تھے جو اس سے پہلے بڑے سے بڑے فلسفیانہ خیالات کے لوگوں کو بھی میسر نہ تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ کچھ لوگ جو اپنے اندر مخفی طور پر بیماریوں کا مادہ رکھتے ہیں وہ اعلےٰ سے اعلےٰ غذا سے بھی بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس حریت فکر اور آزادی عمل کے اصول سے کچھ لوگوں نے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھایا اور اس کی حدود کو قائم نہ رکھ سکے۔ اس مرض کی ابتدا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ہوئی جب کہ ایک ناپاک روح نام کے مسلم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر آپ کی نسبت یہ الفاظ کہے کہ یا رسول اللہ تقوی اللہ سے کام لیں۔ کیونکہ آپ نے تقسیم مال میں انصاف سے کام نہیں لیا جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہ یخرج من ضئضئ ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ یعنی اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کریم بہت پڑھیں گے۔ لیکن وہ ان کے گلے سے نہیں اتریگا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جاوینگے جسطرح تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے (بخاری کتاب المغازی)

دوسری دفعہ ان خیالات کی دبی ہوئی آگ نے ایک شعلہ حضرت عمرؓ کے وقت میں مارا جبکہ ایک شخص نے بر سر مجلس کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ جیسے بے نفس انسان اور امت محمدیہ کے اموال کے محافظ خلیفہ پر اعتراض کیا کہ یہ کرتہ آپ نے کہاں سے بنوایا ہے۔ مگر ان دونوں وقتوں میں

اس فتنہ نے کوئی خوفناک صورت اختیار نہیں کی کیونکہ اس وقت تک اس کے نشوونما پانے کے لئے کوئی تیار شدہ زمین نہ تھی۔ اور نہ موسم ہی موافق تھا۔ ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں یہ دونوں باتیں میسر آگئیں۔ اور یہ پودا جسے میں اختلال کا پودا کہونگا ایک نہایت مضبوط تنے پر کھڑا ہو گیا اور حضرت علیؓ کے وقت میں تو اس نے ایسی نشوونما پائی کہ قریب تھا۔ کہ تمام اقطار عالم میں اس کی شاخیں اپنا سایہ ڈالنے لگیں۔ مگر حضرت علیؓ نے وقت پر اس کی مضرت کو پہچانا اور ایک کاری ہاتھ کے ساتھ اسے کاٹ کر گرا دیا۔ اور اگر وہ بالکل اسے مٹا نہ سکے تو کم از کم اس کے دائرہ اثر کو انہوں نے بہت محدود کر دیا۔ تیسرا سبب میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ اسلام کی نورانی شعاعوں کے اثر سے بہت سے لوگوں نے اپنی زندگیوں میں ایک تغیر عظیم پیدا کر لیا تھا۔ مگر اس اثر سے وہ کمی کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ جو ہمیشہ دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے کسی معلّم کا انسان کو محتاج بناتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب فوج در فوج آدمی داخل اسلام ہوئے۔ تب بھی یہی خطرہ دامنگیر تھا۔ مگر آپ سے خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ تھا۔ کہ اس ترقی کے زمانہ میں اسلام لانے والے لوگوں کو بد اثر سے بچایا جائیگا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد گو ایک سخت لہر ارتداد کی پیدا ہوئی۔ مگر فوراً دب گئی اور لوگوں کو حقیقت اسلام معلوم ہو گئی۔ مگر آپ کے بعد ایران و شام اور مصر کی فتوحات کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کے میل و ملاپ سے جو فتوحات روحانی اسلام کو حاصل ہوئیں۔ وہی اس کے انتظام سیاسی کے اختلال کا باعث ہو گئیں۔ کروڑوں کروڑ آدمی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور اس کی شاندار تعلیم کو دیکھ کر ایسے فدائی ہوئے کہ اس کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اس قدر تعداد نو مسلموں کی بڑھ گئی۔ کہ ان کی تعلیم کا کوئی ایسا انتظام نہ ہو سکا جو طمانیت بخش ہوتا جیسا کہ قاعدہ ہے۔ اور انسانی دماغ کے باریک مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی جوش کے ماتحت ان لوگوں کی تربیت اور تعلیم کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ جو کچھ یہ مسلمانوں کو کرتے دیکھتے تھے کرتے تھے۔ اور ہر ایک حکم کو بخوشی بجا لاتے تھے۔ مگر جوں جوں ابتدائی جوش کم ہوتا گیا۔ جن لوگوں کو تربیت روحانی حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ ان کو احکام اسلام کی بجا آوری بار معلوم ہونے لگی۔ اور نئے جوش کے ٹھنڈا ہوتے ہی پرانی عادات

نے پھر زور کرنا شروع کیا۔ غلطیاں ہر ایک انسان سے ہو جاتی ہیں۔ اور سیکھتے سیکھتے انسان سیکھتا ہے۔ اگر ان لوگوں کو کچھ حاصل کرنے کا خیال ہوتا۔ تو کچھ عرصہ تک ٹھوکریں کھاتے ہوئے آخر سیکھ جاتے۔ مگر یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ حال تھا۔ کہ ایک شخص سے جب ایک جرم ہو گیا تو باوجود رسول کریم صلعم کے اشارہ فرمانے کے کہ جب خدا تعالےٰ ستاری کرے تو کوئی خود کیوں اپنی فضیحت کرے۔ اس نے اپنے قصور کا خود اقرار کیا۔ اور سنگسار ہونے سے نہ ڈرا۔ یا اب حدود شریعت کو قائم رکھنے کے لئے اگر چھوٹی سے چھوٹی سزا بھی دی جاتی تو ان لوگوں کو ناپسند ہوتی۔ پس بوجہ اسلام کے دل میں نہ داخل ہونے کے شریعت کو توڑنے سے کچھ لوگ باز نہ رہتے۔ اور جب حدود شریعت کو قائم کیا جاتا تو ناراض ہوتے اور خلیفہ اور اس کے عمال پر اعتراض کرتے۔ اور ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ رکھتے۔ اور اس انتظام کو سرے سے ہی اکھاڑ کر پھینک دینے کے منصوبے کرتے۔

چوتھا سبب میرے نزدیک اس فتنہ کا یہ تھا کہ اسلام کی ترقی ایسے غیر معمولی طور پر ہوئی ہے۔ کہ اس کے دشمن اس کا اندازہ شروع میں کر ہی نہ سکے۔ مکہ والے ابھی اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف کے خیال میں ہی بیٹھے تھے۔ کہ مکہ فتح ہو گیا۔ اور اسلام جزیرہ عرب میں پھیل گیا۔ اسلام کی اس بڑھنے والی طاقت کو قیصر روم۔ اور کسریٰ ایران ایسی حقارت آمیز اور تماش بین نگاہ سے دیکھ رہے تھے جس سے کہ ایک جابر پہلوان ایک گھٹنوں کے بل رینگنے والے بچہ کی کھڑے ہونے کے لئے پہلی کوشش کو دیکھتا ہے۔

کہ سلطنت ایران اور دولت یونان حضرت محمدی کے ایک ہی صدمہ سے پاش پاش ہو گئیں۔ جب تک کہ مسلمان ان جابر حکومتوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جنہوں نے سینکڑوں ہزاروں سال سے بنی نوع انسان کو غلام بنا رکھا تھا۔ اور اس کی قلیل التعداد بے سامان فوج دشمن کی کثیر التعداد باسامان فوج کے ساتھ برسر پیکار تھی۔ اس وقت تک تو دشمنانِ اسلام یہ خیال کرتے رہے کہ مسلمانوں کی کامیابیاں عارضی ہیں۔ اور عنقریب لہر نیا رخ پھیرے گی۔ اور یہ آندھی کی طرح اٹھنے والی قوم بگولے کی طرح اڑ جائیگی۔ مگر ان کی حیرت کی کچھ

حد نہ رہی۔ جب چند سال کے عرصہ میں مطلع صاف ہوگیا۔ اور دنیا کے چاروں کونوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ یہ ایسی کامیابی تھی جس نے دشمن کی عقل مار دی۔ اور وہ حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اور صحابہ اور ان کے صحبت یافتہ لوگ دشمنوں کی نظر میں انسانوں سے بالا ہستی نظر آنے لگے۔ اور وہ تمام امیدیں اپنے دل سے نکال بیٹھے۔ مگر جب کچھ عرصہ فتوحات پر گزر گیا۔ اور وہ حیرت واستعجاب جو ان کے دلوں میں پیدا ہوگیا تھا۔ کم ہوا اور صحابہ کے ساتھ میل جول سے وہ پہلا خوف وخطر جاتا رہا۔ تو پھر اسلام کا مقابلہ کرنے اور مذاہب باطلہ کو قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسلام کی پاک تعلیم کا مقابلہ دلایل سے تو وہ نہ کر سکتے تھے۔ حکومتیں مٹ چکی تھیں۔ اور وہ ایک ہی حربہ جو حق کے مقابلہ میں چلایا جاتا تھا۔ یعنی جبر اور تعدی ٹوٹ چکا تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی تھی۔ یعنی دوست بن کر دشمن کا کام کیا جائے۔ اور اتفاق پیدا کر کے اختلاف کی صورت کی جائے۔ پس بعض شقی القلب لوگوں نے جو اسلام کے نور کو دیکھ کر اندھے ہو رہے تھے۔ اسلام کو ظاہر میں قبول کیا۔ اور مسلمان ہو کر اسلام کو تباہ کرنے کی نیت کی چونکہ اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ تھی۔ اور گلہ بان کی موجودگی میں بھیڑیا حملہ نہ کر سکا اس لئے یہ تجویز کی گئی۔ کہ خلافت کو مٹایا جاوے اور اس سلک اتحاد کو توڑ دیا جاوے۔ جس میں تمام عالم کے مسلمان پروئے ہوئے ہیں۔ تاکہ اتحاد کی برکتوں سے مسلمان محروم ہو جائیں۔ اور نگران کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر مذاہب باطلہ پھر اپنی ترقی کے لئے کوئی راستہ نکال سکیں۔ اور دجل وفریب کے ظاہر ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

یہ وہ چار بواعث ہیں جو میرے نزدیک اس فتنہ عظیم کے برپا کرنیکا موجب ہوئے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں تمت اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ اور بعض وقت اس پر ایسے آئے۔ کہ دشمن اس بات پر اپنے دل میں خوش ہونے لگا کہ یہ قصر عالیشان اب اپنی چھتوں اور دیواروں سمیت زمین کے ساتھ آ لگے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس دین کا خاتمہ ہو جائیگا۔ جس نے اپنے لئے یہ شاندار مستقبل مقرر کیا ہے۔ کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ؀

یعنی وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنا رسول سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو باوجود اس کے منکروں کی ناپسندیدگی کے تمام ادیانِ عالم پر غالب کرے۔

فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اُٹھا

میں نے ان تاریخی واقعات سے جو حضرت عثمانؓ کے آخری ایام خلافت میں ہوئے نتیجہ نکال کر اصل بواعث فتنہ بیان کر دیئے ہیں وہ درست ہے یا غلط اسکا اندازہ آپ لوگوں کے ان واقعات کے معلوم کرنے پر جن سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے خود ہو جائیگا مگر پیشتر اس کے کہ میں وہ واقعات بیان کروں۔ اس سوال کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اٹھا۔ بات یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان نو مسلموں میں اکثر حصہ دہی تھا۔ جو عربی زبان سے ناواقف تھا۔ اور اس وجہ سے دین اسلام کا سیکھنا اسکے لئے ویسا آسان نہ تھا جیسا کہ عربوں کے لئے۔ اور جو لوگ عربی جانتے بھی تھے۔ وہ ایرانیوں اور شامیوں سے میل ملاپ کی وجہ سے صدیوں سے ان گندے خیالات کا شکار رہے تھے۔ جو اس وقت کے تمدن کا لازمی نتیجہ تھے۔ علاوہ ازیں ایرانیوں اور مسیحیوں سے جنگوں کی وجہ سے اکثر صحابہ اور ان کے شاگردوں کی تمام طاقتیں دشمن کے حملوں کے رد کرنے میں صرف ہو رہی تھیں۔ اس ایک طرف توجہ کا بیرونی دشمنوں کی طرف مشغول ہونا۔ دوسری طرف اکثر نو مسلموں کا عربی زبان سے ناواقف ہونا۔ یا عجمی خیالات سے متاثر ہونا دو عظیم الشان سبب تھے اس امر کے کہ اس وقت کے اکثر نو مسلم دین سے کما حقہٗ واقف نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں چونکہ جنگوں کا سلسلہ بہت بڑے پیمانہ پر جاری تھا۔ اور ہر وقت دشمن کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ لوگوں کو دوسری باتوں کے سوچنے کا موقعہ ہی نہ ملتا تھا۔ اور پھر دشمن کے بالمقابل پڑے ہوئے ہونے کے باعث طبعاً مذہبی جوش بار بار رونما ہوتا تھا۔ جو مذہبی تعلیم کی کمزوری پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی حال رہا کچھ جنگیں بھی ہوتی رہیں

اور کچھ پچھلا اثر لوگوں کے دلوں میں باقی رہا جب کسیقدر امن ہوا۔ اور پچھلے جوش کا اثر بھی کم ہوا تب اس مذہبی کمزوری نے اپنا رنگ دکھایا اور دشمنانِ اسلام نے بھی اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور شرارت پر آمادہ ہو گئے۔ غرض یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ یہ حالات کسی خلیفہ کے وقت میں بھی پیدا ہو جاتے۔ فتنہ نمودار ہو جاتا۔ اور حضرت عثمانؓ کا صرف اس قدر قصور ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے جب ان فسادات کے ظاہر ہونے کا وقت آچکا تھا۔ ورنہ ان فسادات کے پیدا کرنے میں انکا اس سے زیادہ دخل نہ تھا۔ جتنا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ فساد ان دونوں بزرگوں کی کسی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ میں حیران ہوں کہ کسطرح بعض لوگ ان فسادات کو حضرت عثمانؓ کی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ جنکو حضرت عثمان کی خلافت کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اس فساد کے بیج کو معلوم کر لیا تھا۔ اور قریش کو اس سے بڑے زوردار الفاظ میں متنبہ کیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ صحابہ کبار کو باہر نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی آپ سے اجازت لیتا تو آپ فرماتے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جو آپ لوگوں نے جہاد کیا ہے وہ کافی نہیں ہے۔[^1] آخر ایک دفعہ صحابہ نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو اس طرح چرایا ہے۔ جس طرح اونٹ کو چرایا جاتا ہے۔ پہلے اونٹ پیدا ہوتا ہے۔ پھر پٹھا بنتا ہے۔ پھر دو دانت کا ہوتا ہے۔ پھر چار دانت کا ہوتا ہے۔ پھر چھ دانت کا ہوتا ہے پھر اسکی کچلیاں نکل آتی ہیں۔ اب بتاؤ کہ جس کی کچلیاں نکل آویں۔ اس کے لئے سوائے ضعف کے اور کس امر کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ سنو اسلام اب اپنے کمال کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ قریش چاہتے ہیں۔ کہ سب مال یہی لے جاویں۔ اور دوسرے لوگ محروم[^2] رہ جاویں۔ سنو جب تک عمر بن

[^1]: اس سے آپکی دو غرضیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ مدینہ میں معلمین کی ایک جماعت موجود رہنی تھی اور دوسرے آپ کا خیال تھا کہ صحابہ کو چونکہ ان کے سابق بالایمان ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی خدمات کی وجہ سے بیت المال سے خاص حصے ملتے ہیں۔ اگر یہ لوگ جنگوں میں شامل ہوئے تو ان کو اور حصے ملیں گے۔ اور دوسرے لوگوں کو ناگوار ہوگا۔ کہ سب مال انہی کو مل جاتا ہے۔

[^2]: یعنی بحیثیت سابق ہونے کے بھی حصہ لیں۔ اور اب بھی جہاد کر کے حصہ لیں۔ تو دوسرے لوگ محروم رہ جاویں گے۔

انحطاط زندہ ہے۔ وہ قریش کا گلا پکڑے رکھے گا۔ تاکہ وہ فتنہ کی آگ میں نہ گر جاویں[1]۔
حضرت عمرؓ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں ہی لوگوں میں صحابہ کے خلاف یہ خیالات موجزن دیکھتے تھے کہ ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ اس لئے وہ سوائے چند ایسے صحابہ کے جن کے بغیر لشکروں کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ باقی صحابہ کو جہاد کے لئے نکلنے ہی نہیں دیتے تھے تاکہ دوہرے حصہ ملنے سے لوگوں کو ابتلاء نہ آوے۔ اور وہ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اسلام ترقی کے اعلےٰ نقطہ پر پہنچ گیا ہے۔ اور اب اس کے بعد زوال کا ہی خطرہ ہو سکتا ہے۔ نہ ترقی کی امید
اس قدر بیان کر چکنے کے بعد اب میں واقعات کا وہ سلسلہ بیان کرتا ہوں جس سے حضرت عثمانؓ کے وقت میں جو کچھ اختلافات ہوئے۔ ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔
میں نے بیان کیا تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپ سے خوش تھے۔ بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کے محبوب تھے[2]۔ صرف محبوب ہی نہ تھے۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپ کا رعب بھی تھا۔ جیسا کہ ایک اس وقت کا شاعر اس امر کی شعروں[3] میں شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فاسقو عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابن عفان وہ ہے جسکا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے۔ اور ہمیشہ سے قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء وجوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے۔ اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں بلکہ یا تو صحابہ کے خلاف ہے۔ یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے مگر وہ لوگ جنکو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی۔ وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت

[1] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۲۶۔ [2] طبری صفحہ ۳۰۲۶
[3] لا تأکلوا ابدا جیرانکم سرفا + اہل الدعارۃ فی ملک ابن عفان + ان ابن عفان الذی جربتم فطم اللصوص بحکم الفرقان + ما زال یعمل بالکتاب مہیمنا۔ فی کل عنق منہم و بنان

میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا۔ اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے۔ اور اسے ظلم قرار دینے لگے۔ مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے۔ اور اس خوف سے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے۔ اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اس کے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے۔ اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصول جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا اور اس کی ایک بڑی تعداد ہوگئی ؎۱

جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے۔ تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ ادھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا ادھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک تبدیل مذہب کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے ان نو مسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا۔ جن کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی اور نہ آپ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقعہ ملا تھا۔ بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوش اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو ان کے دلوں پر اسلام کو تھا کم ہوگیا۔ اور وہ پھر ان معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے۔ جنمیں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلا تھے۔ ان کے جرائم پر ان کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے درپے ہوئے۔ اور آخر اتحاد اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا۔ مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ معظمہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے۔ جیسے کہ آج کل بعض نہایت تاریک ؎۲ گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔ حمران ابن ابان ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں ہی نکاح کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسکا

؎۱ طبری ؎۲ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۲۳

علم ہوا تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا۔ اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے جلاوطن کر کے بصرہ بھیجدیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسطرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالم اسلام میں خیال کرنے لگے تھے۔ اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔ یہ ایک منفرد واقعہ ہے! اور غالباً اس شخص کے سوا مدینہ میں جو مرکز اسلام تھا۔ کوئی ایسا ناواقف آدمی نہ تھا۔ مگر دوسرے شہروں میں بعض لوگ معاصی میں ترقی کر رہے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں نوجوانوں کی ایک جماعت ڈاکہ زنی کے لئے بن گئی تھی۔ لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے ایک دفعہ علی ابن الحیمیان نامی ایک شخص کے گھر پر ڈاکہ مارنے کی تجویز کی اور رات کے وقت اس کے گھر میں نقب لگائی۔ اس کو علم ہوگیا۔ اور وہ تلوار لیکر نکل پڑا۔ مگر جب بہت سی جماعت دیکھی تو اس نے شور مچایا۔ اس پر ان لوگوں نے اس کو کہا کہ چپ کر ہم ایک ہی ضرب مار کر تیرا سارا ڈر نکال دیں گے۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ اتنے میں ہمسائے ہشیار ہو گئے۔ اور ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور ان ڈاکوؤں کو پکڑ لیا۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے جو صحابی تھے۔ اور اس شخص کے ہمسایہ تھے۔ اور انہوں نے سب حال اپنی دیوار پر سے دیکھا تھا۔ انہوں نے شہادت دی کہ واقعہ میں انہی لوگوں نے علی کو قتل کیا ہے۔ اور اسی طرح ان کے بیٹے نے شہادت دی۔ اور معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیج دیا۔ انہوں نے ان سب کے قتل کرنے کا فتوے دیا۔ اور ولید بن عقبہ نے جو ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان سب ڈاکوؤں کو دروازہ شہر کے باہر میدان میں قتل کروا دیا۔ بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانے کے حالات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم کا سلسلہ بالکل مٹ گیا تھا۔ اور لوگ ایسے امن میں تھے کہ کھلے دروازوں سوتے ہوئے بھی خوف نہ کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال کی ڈیوڑھیاں بنانے سے بھی منع کر دیا تھا۔ گو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض تو یہ تھی۔ کہ لوگ آسانی سے اپنی شکایات

گورنروں کے پاس پہنچا سکیں۔ لیکن یہ حکم اس وقت تک ہی دیا جا سکتا تھا۔ جب تک امن اپنی انتہا تک نہ پہنچا ہوا ہوتا۔ پھر اس واقعہ میں خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس ڈاکہ میں بعض ذی مقدرت اور صاحب ثروت لوگوں کی اولاد بھی شامل تھی۔ جو اپنے اپنے حلقے میں بارسوخ تھے۔ پس یہ واردات معمولی واردات نہ تھی۔ بلکہ کسی عظیم الشان انقلاب کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ جو اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ دین اسلام سے ناواقف لوگوں کے دلوں پر جو تصرف اسلام تھا۔ اب اس کی گرفت کم ہو رہی تھی۔ اور اب وہ پھر اپنی عادات کی طرف لوٹ رہے تھے۔ اور غریب ہی نہیں بلکہ امرا بھی اپنی پرانی عظمت کو قتل و غارت سے واپس لینے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ حضرت ابو شریح صحابی نے اس امر کو خوب سمجھا۔ اور اسی وقت اپنی سب جائداد وغیرہ بیچ کر اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ کو واپس تشریف لے گئے اور کوفہ کی رہائش ترک کر دی۔ ان کا اس واقعہ پر کوفہ کو ترک کر دینا اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ منفرد مثال آئندہ کے خطرناک واقعات کیطرف اشارہ تھی۔ انہی دنوں ایک اور فتنہ نے سر نکالنا شروع کیا۔

عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا۔ جو اپنی ماں کی وجہ سے ابن السوداء کہلاتا تھا۔ یمن کا رہنے والا اور نہایت بد باطن انسان تھا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے۔ میرے نزدیک اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اردگرد گھومتے ہیں۔ اور یہ ان کی روح رواں ہے۔ شرارت کیطرف مائل ہو جانا اس کی جبلّت میں داخل معلوم ہوتا ہے۔ خفیہ منصوبہ کرنا اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمیوں کو تاڑ لینے میں اس کو خاص مہارت تھی۔ ہر شخص سے اس کے مذاق کے مطابق بات کرتا تھا۔ اور نیکی کے پردہ میں بدی کی تحریک کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اچھے اچھے سنجیدہ آدمی اس کے دھوکے میں آجاتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے نصف میں مسلمان ہوا اور تمام بلاد اسلامیہ کا دورہ اس غرض سے کیا۔ کہ ہر ایک جگہ کے حالات سے خود واقفیت پیدا کرے۔ اور اپنے مطلب کے آدمیوں کا انتخاب کر کے مختلف بلاد میں اپنی شرارت کے مرکز قائم کرے۔ مدینہ منورہ میں تو اس کی دال نہ گل سکتی تھی۔ مکہ

مکرمہ اس وقت سیاسیات سے بالکل علیحدہ تھا۔ سیاسی مرکز اس وقت دارالخلافہ کے سوا بصرہ کوفہ دمشق اور فسطاط تھے۔ پہلے ان مقامات کا اس نے دورہ کیا۔ اور یہ رویہ اختیار کیا۔ کہ ایسے لوگوں کی تلاش کر کے جو سزا یافتہ تھے اور اس وجہ سے حکومت سے ناخوش تھے۔ ان سے ملتا۔ اور انہی کے ہاں ٹھہرتا۔ چنانچہ سب سے پہلے وہ بصرہ گیا۔ اور حکیم ابن جبلہ ایک نظربند ڈاکو کے پاس ٹھہرا۔ اور اپنے ہم مذاق لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اور ان کی ایک مجلس بنائی۔ چونکہ کام کی ابتدا تھی! اور یہ آدمی ہوشیار تھا۔ صاف صاف بات نہ کرتا بلکہ اشارہ کنایہ سے انکو فتنہ کی طرف بلاتا تھا۔ اور جیسا کہ اس نے ہمیشہ اپنا وطیرہ رکھا ہے۔ وعظ و پند کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رکھتا تھا۔ جس سے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہوگئی۔ اور وہ اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ عبداللہ بن عامر کو جو بصرہ کے والی تھے جب اسکا علم ہوا تو انہوں نے اس سے اس کا حال پوچھا۔ اور اس کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص ہوں۔ جسے اسلام کا انس ہوگیا ہے۔ اور آپ کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر کو چونکہ اصل حالات پر آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس کے عذر کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق جو حالات معلوم ہیں وہ ان کے خلاف ہیں۔ اس لئے تم میرے علاقہ سے نکل جاؤ۔ وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ کی طرف چلا گیا۔ مگر فساد بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج ڈال گیا۔ جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت ہوگیا۔

میرے نزدیک یہ سب سے پہلی سیاسی غلطی ہوتی ہے۔ اگر والی بصرہ بجائے اس کو جلاوطن کرنے کے قید کر دیتا۔ اور اس پر الزام قائم کرتا تو شاید یہ فتنہ وہیں دبا رہتا۔ ابن سودا تو اپنے گھر سے نکلا ہی اس ارادے سے تھا۔ کہ تمام عالم اسلام میں پھر کر فتنہ فساد کی آگ بھڑکائے۔ اسکا بصرہ سے نکالنا تو اس کے مدعا کے عین مطابق تھا۔ کوفہ میں پہنچ کر اس شخص نے پھر وہی بصرہ والی کارروائی شروع کی اور بالآخر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ لیکن یہاں بھی اپنی شرارت کا بیج بوتا گیا۔ جو بعد میں بہت بڑا درخت بن گیا۔ اور اس دفعہ اس کے نکالنے پر اس پہلی سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا گیا۔ کوفہ سے نکل کر یہ شخص شام کو گیا۔ مگر وہاں اس کو اپنے قدم جمانے کا کوئی موقعہ نہ ملا حضرت

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۲۲

معاویہ نے وہاں اس عمدگی سے حکومت کا کام چلایا ہوا تھا کہ نہ تو اُسے ایسے لوگ ملے جن میں یہ ٹھہر سکے اور نہ ایسے لوگ میسر آئے جنکو اپنا قائم مقام بنا جاوے۔ پس شام سے اس کو باحسرت و یاس آگے سفر کرنا پڑا۔ اور اس نے مصر کا رُخ کیا۔ مگر شام چھوڑنے سے پہلے اسنے ایک اور فتنہ کھڑا کر دیا

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی صحابہ میں سے ایک نہایت نیک اور متقی صحابی تھے۔ جب سے ایمان لائے۔ رسول کریم کی محبت میں آگے ہی قدم بڑھاتے گئے۔ اور ایک لمبا عرصہ صحبت میں رہے۔ جیسا کہ ہر ایک شخص کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نصائح کو سنکر کہ دنیا سے مومن کو علیحدہ رہنا چاہیئے یہ اپنے مذاق کے مطابق مال جمع کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور دولت سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی سمجھاتے تھے کہ مال نہیں جمع کرنا چاہیئے۔ جو کچھ کسی کے پاس ہو اسے غربا میں بانٹ دینا چاہیئے۔ مگر یہ عادت ان کی ہمیشہ سے تھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے سے بھی جبکہ مسلمانوں میں دولت آئی وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ ابن سودا جب شام سے گزر رہا تھا اس نے ان کی طبیعت میں دولت کے خلاف خاص جوش دیکھ کر یہ معلوم کر کے کہ یہ چاہتے ہیں کہ غربا میں امرا اپنے اموال تقسیم کر دیں۔ شام میں سے گزرتے ہوئے جہاں کہ اسوقت حضرت ابوذر مقیم تھے[1]۔ ان سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا تھا۔ حالانکہ بیت المال کے اموال کی کیا شرط ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مال اللہ کیوں کہتا ہے۔ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کا حق جو اس مال میں ہے اس کو ضائع کر دے۔ اور ان کا نام بیچ میں سے اڑا کر آپ وہ مال کھا جاوے۔ حضرت ابوذر تو آگے ہی اس تلقین میں لگے رہتے تھے۔ کہ امرا کو چاہیئے کہ سب مال غربا میں تقسیم کر دیں کیونکہ مومن کے لئے آرام کی جگہ اگلا جہان ہی ہے۔ اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ بس آپ اس کے دھوکہ میں آگئے اور خیال کیا کہ واقعہ میں بیت المال کے اموال

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۸۵۸

کو مال اللہ کہنا درست نہیں۔ اس میں اموال کے غصب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ابن سودا
نے اس طرح حضرت معاویہ سے اس امر کا بدلہ لیا۔ کہ کیوں انہوں نے اس کے ٹکنے کے
لئے شام میں کوئی ٹھکانا نہیں بننے دیا۔ حضرت ابوذرؓ معاویہ کے پاس پہنچے اور انکو سمجھایا
کہ آپ کیوں مسلمانوں کے مال کو مال اللہ کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابوذر
اللہ تعالےٰ آپ پر رحم کرے کیا ہم سب اللہ کے بندے نہیں۔ یہ مال اللہ کا مال نہیں۔
اور سب مخلوق اللہ تعالےٰ کی مخلوق نہیں۔ اور حکم خدا کے ہاتھ میں نہیں۔ یعنی جبکہ بندے
بھی خدا کے ہیں اور حکم بھی اسی کا جاری ہے تو پھر ان اموال کو اموال اللہ کہنے سے
لوگوں کے حق کیونکر ضایع ہو جاویں گے۔ جو خدا تعالیٰ نے حقوق مقرر کئے ہیں۔ وہ اس کے
فرمان کے مطابق اس کی مخلوق کو ملیں گے۔ یہ جواب ایسا لطیف تھا۔ کہ حضرت ابوذر اس
کا جواب تو بالکل نہ دے سکے۔ مگر چونکہ اس معاملہ میں ان کو خاص جوش تھا۔ اور ابن سودا
ایک شک آپ کے دل میں ڈال گیا تھا۔ اس لئے آپ نے احتیاطاً حضرت معاویہ کو یہی
مشورہ دیا۔ کہ آپ اس لفظ کا استعمال ترک کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ تو
ہرگز نہیں کہنے کا کہ یہ اموال اللہ نہیں۔ ہاں آئندہ اسکو اموال المسلمین کہا کروں گا
ابن سودا نے جب یہ حربہ کسی قدر کارگر دیکھا۔ تو اور صحابہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کو اُکسانا
چاہا۔ مگر وہ حضرت ابوذر کیطرح گوشہ گزین نہ تھے اس شخص کی شرارتوں سے واقف تھے۔ ابودرداؓ نے اس کی بات سنتے ہی کہا
تو کون ہے۔ جو ایسی فتنہ انگیز بات کہتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے۔ ان سے مایوس
ہو کر وہ انصار کے سردار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب عبادۃ ابن صامت
کے پاس پہنچا۔ اور ان سے کچھ فتنہ انگیز باتیں کہیں۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور حضرت
معاویہ کے پاس لے گئے۔ اور کہا کہ یہ شخص ہے۔ جس نے ابوذر غفاری کو آپکے پاس
بھیجا تھا۔ شام میں اپنا کام نہ بنتا دیکھ کر ابن السودا، تو مصر کی طرف چلا گیا۔ اور ادھر حضرت
ابوذر کے دل میں اس کی باتوں سے ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ اور آپنے آگے سے بھی
زیادہ زور کے ساتھ مسلمانوں کو نصیحت شروع کر دی۔ کہ سب اپنے اپنے اموال لوگوں
میں تقسیم کر دیں۔ حضرت ابوذر کا یہ کہنا درست نہ تھا کہ کسی کو مال جمع نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ

صحابہ مال جمع نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ اپنے اموال خدا کی راہ میں تقسیم کرتے رہتے تھے ہاں بیشک مالدار تھے اور اسکو مال جمع کرنا نہیں کہتے۔ مال جمع کرنا اسکا نام ہو کہ اس مال سے غربا کی پرورش نہ کرے اور صدقہ و خیرات نہ کرے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی آپ کے صحابہ میں سے بعض مالدار تھے۔ اگر مالدار نہ ہوتے تو غزوۂ تبوک کے وقت دس ہزار سپاہیوں کا سامان سفر حضرت عثمانؓ کسطرح ادا کرتے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کچھ نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض آدمی آپکے مقرب بھی تھے۔ غرض مال دار ہونا کوئی جرم نہ تھا۔ بلکہ قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق تھا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہوئی تھی۔ مگر جو کچھ بھی تھا۔ حضرت ابوذر اپنے خیال پر پختہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق نصیحت تو کر دیتے۔ مگر قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لیتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام آپکے زیر نظر رہتے۔ لیکن جن لوگوں میں بیٹھ کر وہ یہ باتیں کرتے تھے۔ وہ اس تقوےٰ اور طہارت سے نا آشنا تھے۔ اور ان کی باتوں کا اور مطلب سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کا آخر یہ نتیجہ نکلا۔ کہ بعض غربا نے امرا پر دستِ تعدی دراز کرنا شروع کیا[۱] اور ان سے جبراً اپنے حقوق وصول کرنے چاہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ سے شکایت کی۔ جنہوں نے آگے حضرت عثمانؓ کے پاس معاملہ پیش کیا۔ آپنے حکم بھیجا۔ کہ ابوذرؓ کو اکرام اور احترام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا جاوے اس حکم کے ماتحت حضرت ابوذر مدینہ تشریف لائے۔ حضرت عثمان نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے۔ کہ اہل شام آپکے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ آپنے جواب دیا کہ میرا ان سے یہ اختلاف ہے کہ ایک تو مال اللہ نہ کہا جائے۔ دوسرے یہ کہ امرا مال نہ جمع کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ابوذر جو ذمہ داری خدا تعالےٰ نے مجھ پر ڈالی ہے۔ اس کا ادا کرنا میرا ہی کام ہے۔ اور یہ میرا فرض ہے۔ کہ جو حقوق رعیت پر ہیں۔ ان سے وصول کروں۔ اور یہ کہ ان کو خدمت دین اور میانہ روی کی تعلیم دوں۔ مگر یہ میرا کام نہیں۔ کہ ان کو ترک دنیا پر مجبور کردوں حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہیں چلا جاوٴں۔ کیونکہ مدینہ اب

[۱] طبری صفحہ ۲۸۵۹

میرے مناسب حال نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ کیا آپ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر سے بدتر گھر کو اختیار کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی سلع تک پھیل جاوے۔ تو تم مدینہ میں نہ رہنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ آپ رسولخدا صلعم کا حکم بجالاویں۔ اور کچھ اونٹ اور دو غلام دیکر مدینہ سے رخصت کیا۔ اور تاکید کی کہ مدینہ سے کلّی طور پر قطع تعلق نہ کریں بلکہ وہاں آتے جاتے رہیں۔ جس ہدایت پر ابوذر ہمیشہ عمل کرتے رہے۔ یہ چوتھا فتنہ تھا جو پیدا ہوا اور گو اس میں حضرت ابوذر کو ہتھیار بنایا گیا تھا۔ مگر درحقیقت نہ حضرت ابوذر کے خیالات وہ تھے۔ جو مفسدوں نے اختیار کیے۔ اور نہ ان کو ان لوگوں کی شرارتوں کا علم تھا۔ حضرت ابوذر تو باوجود اختلاف کے کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ نہ ہوئے اور حکومت کی اطاعت اس طور پر کرتے رہے کہ باوجود اسکے کہ ان کے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو فتنہ اور تکلیف سے بچانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک خاص وقت پر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بغیر حضرت عثمانؓ کی اجازت کے اس حکم پر عمل کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اور پھر جب وہ مدینہ سے نکل کر ربذہ میں جا کر مقیم ہوئے۔ اور وہاں کے محصل نے ان کو نماز کا امام بننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے اس بنا پر انکار کیا کہ تم یہاں کے حاکم ہو اس لئے تم ہی کو امام بننا سزاوار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت حکام سے ان کو کوئی انحراف نہ تھا اور نہ انارکی کو وہ جائز سمجھتے تھے۔

حضرت ابوذر کی سادگی کا اس امر سے خوب پتہ چلتا ہے۔ کہ جبکہ ابن السودا کے دہوکہ دینے سے وہ معاویہ سے جھگڑتے تھے کہ بیت المال کے اموال کو مال اللہ نہیں کہنا چاہیئے۔ اور حضرت عثمان کے پاس بھی یہی شکایت لائے تھے۔ وہ اپنی بول چال میں اس لفظ کو برابر استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ اس فساد کے بعد جبکہ وہ ربذہ میں تھے۔ ایک دفعہ ایک قافلہ وہاں اترا۔ اس قافلہ کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ بڑے بڑے مالدار ہیں مگر آپ اس غربت کی حالت میں ہیں انہوں

نے ان کو یہ جواب دیا کہ انھم لیس لھم فی مال اللہ حق الا ولی مثلہ۔ یعنی ان کا مال اللہ (یعنی بیت المال کے اموال میں) کوئی ایسا حق نہیں جو مجھے حاصل نہ ہو۔ اسی طرح انہوں نے وہاں کے حبشی حاکم کو بھی رقیق من مال اللہ (مال اللہ کا ایک غلام) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی یہ لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور باوجود اس لفظ کی مخالفت کرنے کے بے تحاشا اس لفظ کا آپ کی زبان پر جاری ہو جانا اس امر کی شہادت ہے۔ کہ یہ صحابہ کا ایک عام محاورہ تھا۔ مگر ابن السوداء کے دہوکہ دینے سے آپکے ذہن سے یہ بات نکل گئی

یہ فتنہ جیسے بولشوزم کا فتنہ کہنا چاہیئے۔ حضرت معاویہ کی حسن تدبیر سے شام میں تو چمکنے نہ پایا۔ مگر مختلف صورتوں میں یہ خیال اور جگہوں پر اشاعت پاکر ابن السوداء کے کام میں ممد ہو گیا۔

ابن السوداء شام سے نکل کر مصر پہنچا۔ اور یہی مقام تھا جسے اس نے اپنے کام کا مرکز بنانے کے لئے چنا تھا۔ کیونکہ یہ مقام دارالخلافہ سے بہت دور تھا اور دوسرے اس جگہ صحابہ کی آمد و رفت اس کثرت سے نہ تھی۔ جتنی کہ دوسرے مقامات پر جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ دین سے نسبتاً کم تعلق رکھتے تھے۔ اور فتنہ میں حصہ لینے کے لئے زیادہ تیار تھے۔ چنانچہ ابن السوداء کا ایک نائب جو کوفہ کا باشندہ تھا۔ اور جس کا ذکر آگے آویگا۔ ان واقعات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جلاوطن کیا گیا۔ تو حضرت معاویہ کے اس سوال پر کہ نئی پارٹی کے مختلف ممالک کے ممبروں کا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے خط و کتابت کی ہے۔ اور مینے ان کو سمجھایا ہے اور انہوں نے مجھے نہیں سمجھایا۔ مدینہ[1] کے لوگ تو سب سے زیادہ فساد کے شائق ہیں اور سب سے کم اس کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور کوفہ کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے خوف نہیں کھاتے۔ اور بصرہ کے لوگ اکٹھے حملہ کرتے ہیں۔ مگر پراگندہ ہو کر بھاگتے ہیں۔ ہاں مصر کے لوگ ہیں۔ جو شرارت کے اہل سب سے زیادہ ہیں مگر

[1] جیسا کہ آگے ثابت کیا جاویگا۔ یہ اسکا جھوٹ تھا کہ مدینہ کے لوگ اس فتنہ سے محفوظ تھے   بوقت نظر ثانی

ان میں یہ نقص ہے کہ پیچھے نادم بھی جلدی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد شام کا حال اس نے بیان کیا کہ وہ اپنے سرداروں کے سب سے زیادہ مطیع ہیں۔ اور اپنے گمراہ کرنے والوں کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں۔ یہ رائے ابن الکوا کی ہے جو ابن السودا کی پارٹی کے رکنوں میں سے تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر ہی سب سے عمدہ مقام تھا۔ جہاں ابن السودا ڈیرہ لگا سکتا تھا۔ اور اس کی شرارت کی باریک بین نظر نے اس امر کو معلوم کر کے اس مقام کو اپنے قیام کے لئے چنا۔ اور اسے فساد کا مرکز بنا دیا اور بہت جلد ایک جماعت اسکے اردگرد جمع ہو گئی۔

اب سب بلاد میں شرارت کے مرکز قائم ہو گئے۔ اور ابن السودا نے ان تمام لوگوں کو جو سزا یافتہ تھے۔ یا ان کے رشتہ دار تھے۔ یا اور کسی سبب سے اپنی حالت پر قانع نہ تھے۔ نہایت ہوشیاری اور دانائی سے اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔ اور ہر ایک کے مذاق کے مطابق اپنی غرض کو بیان کرتا تاکہ اس کی ہمدردی حاصل ہو جاوے۔ مدینہ شرارت سے محفوظ تھا اور شام بالکل پاک تھا۔ تین مرکز تھے۔ جہاں اس فتنہ کا مواد تیار ہو رہا تھا۔ بصرہ۔ کوفہ اور مصر۔ مصر مرکز تھا۔ مگر اس زمانہ کے تجربہ کار اور فلسفی دماغ انارکسٹوں کی طرح ابن السودا نے اپنے آپ کو خلف الاستادر رکھا ہوا تھا۔ سب کام کی روح وہی تھا۔ مگر آگے دوسرے لوگوں کو کیا ہوا تھا۔ بوجہ قریب ہونے کے اور بوجہ اس سیاسی فوقیت کے جو اس وقت بصرہ اور کوفہ کو حاصل تھی۔ یہ دونوں شہر ان تغیرات میں زیادہ حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا باریک نگاہ سے دیکھا جاوے تو تاریخ کے صفحات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان تمام کارروائیوں کی باگ مصر میں بیٹھے ہوئے ابن السودا کے ہاتھ میں تھی۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کوفہ میں ایک جماعت نے ایک شخص علی ابن طیمان کے گھر پر ڈاکہ مار کر اس کو قتل کر دیا تھا۔ اور قاتلوں کو دروازہ شہر پر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان نوجوانوں کے باپوں کو اس کا بہت صدمہ تھا اور وہ اس جگہ کے والی ولید بن عقبہ سے اس کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور منتظر رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے اور ہم انتقام لیں

یہ لوگ اس فتنہ انگیز جماعت کے ہاتھ میں ایک عمدہ ہتھیار بن گئے۔ جن سے انہوں نے خوب کام لیا۔ ولید سے بدلہ لینے کے لئے انہوں نے کچھ جاسوس مقرر کئے تاکہ کوئی عیب ولید کا پکڑ کر ان کو اطلاع دیں۔ جاسوسوں نے کوئی کارروائی تو اپنی دکھانی ہی تھی۔ ایک دن آکر ان کو خبر دی کہ ولید اپنے ایک دوست ابو زبیر کے ساتھ مل کر جو عیسائی سے مسلمان ہوا تھا شراب پیتے ہیں۔ ان مفسدوں نے اٹھ کر تمام شہر میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ لو یہ تمہارا والی ہے۔ اندر اندر چھپ چھپ کر اپنے دوستوں کے ساتھ شراب پیتا ہے۔ عامتہ الناس کا جوش تو بے قابو ہوتا ہی ہے۔ اس بات کو سُنکر ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہو گئی۔ اور ولید کے گھر کا سب نے جاکر محاصرہ کر لیا۔ دروازہ تو کوئی تھا ہی نہیں سب بے تحاشا مسجد میں سے ہو کر اندر گھُس گئے (ان کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا) اور ولید کو اس وقت معلوم ہوا جب وہ ان کے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ان کو دیکھا تو گھبرا گئے۔ اور جلدی سے کوئی چیز چارپائی کے نیچے کھسکا دی۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب بھید کھُل گیا اور چور پکڑا گیا۔ جھٹ ایک شخص نے بلا بولے چالے ہاتھ اندر کیا اور وہ چیز نکال لی۔ دیکھا تو ایک طبق تھا۔ اور اس کے اندر والی کوفہ کا کھانا اور انگوروں کا ایک خوشہ پڑا تھا۔ جسے اس نے صرف اس شرم سے چھپا دیا تھا کہ ایسے بڑے مالدار صوبہ کے گورنر کے سامنے صرف یہی کھانا رکھا گیا تھا۔ اس امر کو دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے۔ سب شرمندہ ہو کر اُلٹے پاؤں لوٹے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ بعض شریروں کے دھوکہ میں آکر انہوں نے ایسا خطرناک جرم کیا۔ اور شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ مگر ولید نے شرم سے اس بات کو دبا دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو اس امر کی خبر نہ کی۔ لیکن یہ ان کا رحم جو ایک غیر مستحق قوم کے ساتھ کیا گیا تھا۔ آخر ان کے لئے اور ان کے بعد ان کے قائم مقام کیلئے نہایت مضر ثابت ہوا۔ ان مفسدوں نے بجائے اس کے کہ اس رحم سے متاثر ہوتے اپنی ذلت کو اور بھی محسوس کیا اور پہلے سے بھی زیادہ جوش سے ولید کی تباہی کی تدابیر کرنی شروع کیں اور حضرت عثمانؓ کے پاس وفد بنکر گئے۔ کہ ولید کو موقوف کیا جائے لیکن انہوں نے بلا کسی جرم کے والی کو موقوف کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ واپس آئے تو اور دوسرے تمام

ایسے[1] لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا جو سزا یافتہ تھے۔ اور مل کر مشورہ کیا کہ جس طرح سے ہو جھوٹ سچ ولید کو ذلیل کیا جاوے۔ ابوزینب اور ابو مورع دو شخصوں نے اس بات کا ذمہ لیا کہ وہ کوئی تجویز کریں گے۔ اور ولید کی مجلس میں جانا شروع کیا۔ ایک دن موقعہ پاکر جب کہ کوئی نہ تھا۔ اور ولید اپنے مردانہ میں جس کو زنانہ حصہ سے صرف ایک پردہ ڈال کر جدا کیا گیا تھا سو گئے۔ ان دونوں نے ان کی انگشتری آہستہ سے اتار لی۔ اور خود مدینہ کیطرف بھاگ نکلے کہ ہم نے ولید کو شراب میں مخمور دیکھا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ انگوٹھی ہے جو ان کے ہاتھ سے حالت نشہ میں ہم نے اتاری اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کے سامنے انہوں نے شراب پی تھی۔ انہوں نے اس بات کے اقرار کی تو جرات نہ کی کیونکہ سامنے شراب پینے سے ثابت ہوتا کہ وہ بھی ولید کے ساتھ شریک تھے۔ اور یہ کہا کہ نہیں ہم نے ان کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انگوٹھی اس کا ثبوت موجود تھی۔ اور دو گواہ حاضر تھے۔ اور کچھ اور شریر بھی ان کی شہادت کو زیادہ وقیع بنانے کے لئے ان کے ساتھ گئے تھے۔ وہ بھی اس واقعہ کی تصدیق بالقرائن کرتے تھے صحابہ سے مشورہ لیا گیا۔ اور ولید کو حد شراب لگانے کا فیصلہ ہوا۔ کوفہ سے ان کو بلوایا گیا اور مدینہ میں شراب پینے کی سزا میں کوڑے لگوائے گئے۔ ولید نے گو عذر کیا۔ اور ان کی شرارت پر حضرت عثمان کو آگاہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ بہ حکم شریعت گواہوں کے بیان کے مطابق سزا تو ملے گی۔ ہاں جھوٹی گواہی دینے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا پائیگا۔

ولید معزول کئے گئے۔ اور ناحق ان پر الزام لگایا گیا۔ مگر صحابہ کے مشورہ کے ماتحت حضرت عثمانؓ نے ان کو حد لگائی۔ اور چونکہ گواہ اور قرائن ان کے خلاف موجود تھے شریعت کے حکم کے ماتحت ان کو حد لگانا ضروری تھا۔ سعید ابن العاص ان کی جگہ والی کوفہ بنا کر بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے کوفہ میں جاکر وہاں کی حالت دیکھی تو حیران ہو گئے۔ تمام اوباش اور دین سے ناواقف لوگ قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ اور شرفا محکوم و مغلوب تھے۔ انہوں نے اس واقعہ کی حضرت عثمانؓ کو خبر دی۔ جنہوں نے ان کو نصیحت کی کہ جو لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پہلے پہلے آتے تھے۔ ان کا اعزاز و احترام قائم کریں۔ ہاں اگر وہ

[1] طبری ص ۲۸۴۶

لوگ دین سے بے توجہی برتیں۔ تب بے شک دوسرے ایسے لوگوں کو ان کی جگہ دیں جو زیادہ دیندار ہوں۔

جس وقت کوفہ میں یہ شرارت جاری تھی۔ بصرہ بھی خاموش نہ تھا۔ وہاں بھی حکیم بن جبلہ ابن السوداء کے ایجنٹ اور اس کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عثمان کے نائبوں کے خلاف لوگوں میں جھوٹی تہمتیں مشہور کی جا رہی تھیں۔

مصر جو اصل مرکز تھا۔ وہاں تو اور بھی زیادہ مفسدہ برپا تھا۔ عبداللہ بن سبا نے وہاں صرف سیاسی شورش ہی برپا نہ کر رکھی تھی۔ بلکہ لوگوں کا مذہب بھی خراب کر رہا تھا۔ مگر اس طرح کہ دین سے ناواقف مسلمان اسے بڑا مخلص سمجھیں۔ چنانچہ وہ تعلیم دیتا تھا۔ کہ تعجب ہے کہ بعض مسلمان یہ تو عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں گے مگر یہ نہیں مانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث ہوں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد[۱] یعنی وہ خدا جس نے قرآن کریم تجھ پر فرض کیا ہے۔ تجھے ضرور لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لاویگا۔ اس کی اس تعلیم کو اس کے بہت سے ماننے والوں نے قبول کر لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ قرآن کریم ان لوگوں کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے سے جو فوت ہو چکے ہیں بڑے زور سے انکار کرتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نام کو روشن کرنے کے لئے کسی شخص کو انہی کے اخلاق اور صفات دیکر کھڑا کر دے۔ مگر یہ امر تناسخ یا کسی شخص کے دوبارہ واپس آنے کے عقیدہ سے بالکل الگ ہے۔ اور ایک بدیہی اور مشہور امر ہے۔ علاوہ اس رجعت کے عقیدہ کے عبداللہ بن سبا نے یہ بھی مشہور کرنا شروع کیا کہ ہزار نبی گزرے ہیں۔ اور ہر ایک نبی کا ایک وصی تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے۔ تو حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں پھر کہتا کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے۔ جو رسول کریم

[۱] یہ پیشگوئی فتح مکہ کی ہے جسے بگاڑ کر اس شخص نے رجعت کا عقیدہ بنا لیا۔ چونکہ مکہ کی طرف لوگ بہ نیت حج اور حصول ثواب بار بار جاتے ہیں اس لئے اس کا نام بھی معاد ہے یعنی وہ جگہ جس کی طرف لوگ بار بار لوٹتے ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی پر حملہ کرکے اسکا حق چھین لے۔

غرض علاوہ سیاسی تدابیر کے جو اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اس شخص نے اختیار کر رکھی تھیں۔ مذہبی فتنہ بھی برپا کر رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی بھی فکر کر رہا تھا۔ مگر یہ احتیاط ضرور برتتا تھا کہ لوگ اسکو مسلمان ہی سمجھیں۔

ایسی حالت میں تین سال گزر گئے۔ اور یہ مفسد گروہ برابر خفیہ کارروائیاں کرتا رہا اور اپنی جماعت بڑھاتا گیا۔ لیکن اس تین سال کے عرصہ میں کوئی خاص واقعہ سوائے اس کے نہیں ہوا کہ محمدؒ ابن ابی بکر اور محمدؒ ابن ابی حذیفہ دو شخص مدینہ منورہ کے باشندے بھی اس فتنہ میں کسی قدر حصہ لینے لگے۔ محمدؒ ابن ابی بکر تو حضرت ابوبکرؓ کا چھوٹا لڑکا تھا۔ جسے سوائے اس خصوصیت کے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کا لڑکا تھا۔ دینی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہ تھی اور محمد بن حذیفہ ایک یتیم تھا۔ جسے حضرت عثمان نے پالا تھا۔ مگر بڑا ہو کر اس نے خاص طور پر آپ کی مخالفت میں حصہ لیا جس کی وجوہ میں ابھی بیان کرونگا۔ چوتھے سال میں اس فتنہ نے کسی قدر ہیبت ناک صورت اختیار کرلی۔ اور اس کے بانیوں نے مناسب سمجھا کہ اب علی الاعلان اپنے خیالات کا اظہار کیا جاوے۔ اور حکومت کے رعب کو مٹایا جاوے۔ چنانچہ اس امر میں بھی کوفہ ہی نے ابتدا کی۔

جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں۔ ولید بن عقبہ کے بعد سعید بن العاص والی کوفہ مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے شروع سے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ صرف شرفاء شہر کو اپنے پاس آنے دیتے تھے۔ مگر کبھی کبھی وہ ایسا بھی کرتے کہ عام مجلس کرتے اور ہر طبقہ کے آدمیوں کو اس وقت پاس آنے کی اجازت ہوتی۔ ایک دن وہ اسی قسم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت طلحہؓ کی سخاوت کا ذکر آیا۔ اور کسی نے کہا کہ وہ بہت ہی سخاوت سے کام لیتے ہیں۔ اس پر سعید کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ ان کے پاس مال بہت ہے وہ سخاوت کرتے ہیں۔ ہمارے پاس بھی مال ہوتا تو ہم بھی ویسی ہی داد و دہش کرتے۔ ایک نوجوان نادانی سے بول پڑا کہ کاش فلاں جاگیر جو اموال شاہی میں سے تھی اور عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے رکھی گئی تھی۔ آپ کے قبضہ میں ہوتی۔ اس پر اس فتنہ انگیز جماعت

کے بعض آدمی جو اس انتظار میں تھے۔ کہ کوئی موقعہ نکلے تو ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں
غصہ کا اظہار کرنے لگے۔ اور ظاہر کرنے لگے۔ کہ یہ بات اس شخص نے سعید والی کوفہ کے اشارہ
سے کہی ہے۔ اور اس لئے کہی ہے۔ تاکہ ان اموال کو ہضم کرنے کے لئے راستہ تیار کیا جاوے
اور اُٹھ کر اس شخص کو سعید کے سامنے ہی مارنا شروع کر دیا۔ اس کا باپ مدد کے لئے اُٹھا
تو اسے بھی خوب پیٹا۔ سعید ان کو روکتے رہے۔ مگر انہوں نے ان کی بھی نہ سُنی۔ اور مار مار کر
دونوں کو بے ہوش کر دیا۔ یہ خبر جب لوگوں کو معلوم ہوئی کہ سعید کے سامنے بعض لوگوں
نے ایسی شرارت کی ہے۔ تو لوگ ہتھیار بند ہو کر مکان پر جمع ہو گئے۔ مگر ان لوگوں نے
سعید کی منت و سماجت کی اور ان سے معافی مانگی اور پناہ کے طلبگار ہوئے۔ ایک عرب
کی فیاضی اور پھر وہ بھی قریش کی۔ ایسے موقعہ پر کب برداشت کر سکتی تھی۔ کہ دشمن پناہ
مانگے اور وہ اس سے انکار کر دے۔ سعید نے باہر نکل کر لوگوں سے کہہ دیا۔ کہ کچھ لوگ
آپس میں لڑ پڑے تھے۔ معاملہ کچھ نہیں۔ اب سب خیر ہے۔ لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ
گئے اور ان لوگوں نے پھر وہی بے تکلفی شروع کی۔ مگر جب سعید کو یقین ہو گیا کہ اب
ان لوگوں کے لئے کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ ان کو رخصت کر دیا۔ اور جن لوگوں کو پیٹا گیا
تھا۔ ان سے کہہ دیا۔ کہ چونکہ میں ان لوگوں کو پناہ دے چکا ہوں۔ ان کے قصور کا اعلان نہ کرو
اس میں میری سبکی ہوگی۔ ہاں یہ تسلی رکھو کہ آئندہ یہ لوگ میری مجلس میں نہ آسکیں گے۔

ان مفسدوں کی اصل غرض تو پوری ہو چکی تھی۔ یعنی نظم اسلامی میں فساد کا پیدا کرنا
اب انہوں نے گھروں میں بیٹھ کر علی الاعلان حضرت عثمانؓ اور سعید کی برائیاں بیان کرنی
شروع کر دیں۔ لوگوں کو ان کا یہ رویہ بہت برا معلوم ہوا۔ اور انہوں نے سعید سے شکایت
کی کہ یہ اس طرح شرارت کرتے ہیں۔ اور حضرت عثمان کی اور آپ کی برائیاں کرتے ہیں۔
اور امت اسلامیہ کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ اس
کا انتظام کریں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ خود تمام واقعات سے حضرت عثمانؓ کو اطلاع
دیں۔ آپ کے حکم کے ماتحت انتظام کیا جاویگا۔ تمام شرفاء نے حضرت عثمانؓ کو واقعات سے
اطلاع دی۔ اور آپ نے سعید کو حکم دیا کہ اگر رؤساء کوفہ اس امر پر متفق ہوں تو ان لوگوں کو شام

کی طرف جلاوطن کردو۔ اور امیر معاویہ کے پاس بھیجدو۔ ادھر امیر معاویہ کو لکھا کہ کچھ لوگ جو کھلے طور پر فساد پر آمادہ ہیں وہ آپ کے پاس کوفہ سے آویں گے۔ ان کے گزارہ کا انتظام کر دیں۔ اور ان کی اصلاح کی تجویز کریں۔ اگر درست ہوجاویں اور اصلاح کرلیں تو ان کیساتھ نرمی کرو۔ اور ان کے پچھلے قصوروں سے درگزر کرو۔ اور اگر شرارت پر مصر رہیں تو پھر انکی شرارت کی جزا دو۔

حضرت عثمان کا یہ حکم نہایت دانائی پر مبنی تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کا کوفہ میں رہنا ایک طرف تو ان لوگوں کے جوشوں کو بھڑکانے والا تھا۔ جو ان کی شرارتوں پر پوری طرح آگاہ تھے اور خطرہ تھا کہ وہ جوش میں آکر ان کو تکلیف نہ پہنچا بیٹھیں۔ اور دوسری طرف اس لحاظ سے بھی مضر تھا کہ لوگ وہاں کے باشندہ اور ایک حد تک صاحب رسوخ تھے۔ اگر وہاں رہتے تو اور بہت سے لوگوں کو خراب کرنے کا موجب ہوتے[1]۔ مگر یہ حکم اس وقت جاری ہوا۔ جب اس کا چنداں فائدہ نہ ہوسکتا تھا۔ اگر ابن عامر والی بصرہ ابن السوداء کے متعلق بھی حضرت عثمان سے مشورہ طلب کرتا۔ اور اس کے لئے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا جاتا تو شاید آئندہ حالات ان حالات سے بالکل مختلف ہوتے مگر مسلمانوں کی حالت اس وقت اس بات کی مقتضی تھی۔ کہ ایسی ہی قضاء و قدر جاری ہو اور وہی ہوا۔

یہ لوگ جو جلاوطن کیئے گئے۔ اور جن کو ابن سباء کی مجلس کا رُکن کہنا چاہیئے۔ تعداد میں دس کے قریب تھے (گو ان کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے) حضرت معاویہ نے ان کی اصلاح کے لئے پہلے تو یہ تدبیر کی کہ ان سے بہت اعزاز و احترام سے پیش آئے۔ خود ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اور اکثر فرصت کے وقت ان کے پاس جاکر بیٹھتے۔ چند دن کے بعد انہوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ تم لوگوں کو قریش[2] سے نفرت ہے۔ ایسا نہیں چاہیئے اللہ تعالےٰ نے عرب کو قریش کے ذریعے سے ہی عزت دی ہے۔ تمہارے حکام تمہارے

[1] جہاں جلاوطن کرکے یہ لوگ بھیجے گئے تھے، وہاں کے لوگوں کو خراب کرنیکا انکو موقعہ نہ تھا۔ کیونکہ وہاں خاص نگرانی اور نظر بندی کی حالت میں انکو رکھا جاتا تھا۔

[2] حضرت معاویہ کے کلام اور ان لوگوں کے جواب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ یا ان کے مقرر کردہ حکام سے ان لوگوں کو مخالفت نہ تھی۔ بلکہ قریش سے ہی یا دوسرے لفظوں میں ایمان میں سابق لوگوں سے ہی انکو حسد تھا اگر حضرت عثمانؓ کی جگہ کوئی اور صحابی خلیفہ ہوتا۔ اور ان کے مقرر کردہ والیوں کی جگہ کوئی اور والی ہوتے تو انسے بھی یہ لوگ اسیطرح حسد کرتے کیونکہ انکا مدعا صرف حصول جاہ تھا۔

لئے ایک ڈھال کے طور پر ہیں۔ پس ڈھالوں سے جدا نہ ہو۔ وہ تمہارے لئے تکالیف برداشت
کرتے اور تمہاری فکر رکھتے ہیں۔ اگر اس امر کی قدر نہ کرو گے۔ تو خدا تعالےٰ تم پر ایسے حکام
مقرر کرے گا۔ جو تم پر خوب ظلم کریں گے۔ اور تمہارے صبر کی قدر نہ کریں گے۔ اور تم اس
دنیا میں عذاب میں مبتلا ہو گے۔ اور اگلے جہان میں بھی ان ظالم بادشاہوں کے ظلم کی سزا
میں شریک ہو گے۔ کیونکہ تم ہی ان کے قیام کے باعث بنو گے۔ حضرت معاویہ کی اس نصیحت
کو سُن کر ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ قریش کا ذکر چھوڑو۔ نہ وہ پہلے تعداد میں ہم سے
زیادہ تھے۔ نہ اب ہیں۔ اور جس ڈھال کا تم نے ذکر کیا ہے وہ چھینی تو ہم کو ہی ملیگی۔ حضرت
معاویہ نے فرمایا کہ معلوم ہوا تم لوگ بیوقوف بھی ہو۔ میں تم کو اسلام کی باتیں سناتا ہوں۔
تم جاہلیت کا زمانہ یاد دلاتے ہو۔ سوال قریش کی قلت و کثرت کا نہیں بلکہ اس ذمہ داری کا ہے
جو اسلام نے ان پر ڈالی ہے۔ قریش بے شک تھوڑے ہیں۔ مگر جب خدا تعالےٰ نے دین
کے ساتھ ان کو عزت دی ہے۔ اور ہمیشہ سے مکہ مکرمہ کے تعلق کے باعث ان کی حفاظت
کرتا چلا آیا ہے۔ تو خدا کے فضل کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ جب وہ کافر تھے تو اس ادنےٰ تعلق
کے باعث اس نے ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مسلمان ہو کر اس کے دین کے قائم کرنے
والے ہو گئے ہیں۔ تو کیا خدا تعالیٰ ان کو ضایع کر دیگا۔ یاد رکھو تم لوگ اسلام کے غلبہ کو دیکھ کر
ایک رو میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اب شیطان تم کو اپنا ہتھیار بنا کر اسلام کے تباہ کرنے کے
لئے تم سے کام لے رہا ہے۔ اور دین میں رخنہ ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر تم لوگ جو فتنہ کھڑا کرو گے
اس سے بڑے فتنہ میں اللہ تعالیٰ تم کو ڈالیگا۔ میرے نزدیک تم ہرگز قابل التفات لوگ نہیں
ہو۔ جن لوگوں نے خلیفہ کو تمہاری نسبت لکھا۔ انہوں نے غلطی کی۔ نہ تم سے کسی نفع کی
امید کیجا سکتی ہے۔ نہ نقصان کی۔ ان لوگوں نے حضرت معاویہ کی تمام نصائح سنکر کہا
کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں۔ کہ تم اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ حضرت معاویہ نے جواب دیا۔ کہ
اگر خلیفہ اور ائمۃ المسلمین کہیں تو میں آج الگ ہو جاتا ہوں۔ تم لوگ ان معاملات میں دخل
دینے والے کون ہو۔ میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس طریق کو چھوڑ دو۔ اور نیکی اختیار
کرو۔ اللہ تعالےٰ اپنے کام آپ کرتا ہے۔ اگر تمہاری رائے پر کام چلتے تو اسلام کا کام تباہ ہو

جاتا۔ تم لوگ دراصل دین اسلام سے بیزار ہو۔ تمہارے دلوں میں اور ہے اور زبانوں پر اور۔ مگر اللہ تعالےٰ تمہارے ارادوں اور مخفی منصوبوں کو ایک دن ظاہر کر کے چھوڑیگا غرض دیر تک حضرت معاویہ ان کو سمجھاتے رہے اور یہ لوگ اپنی بے ہودگی میں بڑھتے گئے حتیٰ کہ آخر لاجواب ہو کر حضرت معاویہ پر حملہ کر دیا اور ان کو مارنا چاہا حضرت معاویہ نے ان کو ڈانٹا اور کہا یہ کوفہ نہیں شام ہے۔ اگر شام کے لوگوں کو معلوم ہوا تو جس طرح سعید کے کہنے سے کوفہ کے لوگ چپ کر رہے تھے۔ یہ خاموش نہ رہیں گے۔ بلکہ عوام الناس جوش میں میرے قول کی بھی پرواہ نہیں کریں گے۔ اور تمہاری تکابوٹی کر دیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہ مجلس سے اُٹھ گئے۔ اور ان لوگوں کو شام سے واپس کوفہ بھیجدیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو لکھدیا کہ یہ لوگ بوجہ اپنی حماقت اور جہالت کے قابل التفات ہی نہیں ہیں۔ ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور سعید والی کوفہ کو بھی لکھدیا جاوے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ بے دین لوگ ہیں۔ اور اسلام سے متنفر ہیں۔ اہل ذمہ کا مال لوٹنا چاہتے ہیں۔ اور فتنہ انکی عادت ہے۔ ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں کہ بلا کسی دوسرے کی مدد کے خود کوئی نقصان پہنچا سکیں۔

حضرت معاویہ کی یہ رائے بالکل درست تھی۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے۔ کہ ان کے علاقہ سے باہر مصر میں چھپی ہوئی ایک روح ہے۔ جو ان سب لوگوں سے کام لے رہی ہے۔ اور ان کا جاہل ہونا اور اُجڈ ہونا ہی اس کے کام کے لئے ممد ہے۔

یہ لوگ جب دمشق سے نکلے۔ تو انہوں نے کوفہ کا ارادہ کر دیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ان کی شرارتوں سے واقف تھے۔ اور ان کو خوف تھا۔ کہ وہاں ان کو نقصان پہنچے گا۔ اور جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں کے گورنر عبدالرحمٰن تھے۔ جو اس مشہور سپہ سالار کے خلف الرشید تھے۔ جو جرات اور دلیری میں تمام دنیا کے لئے ایک روشن مثال قائم کر گیا ہے یعنی خالد بن الولید جس وقت ان کو ان لوگوں کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ انہوں نے فوراً ان کو بلوایا اور کہا کہ میں نے تمہارے حالات سنے ہیں۔ خدا مجھے نامراد کرے اگر میں تم کو درست نہ کردوں۔ تم جانتے ہو کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے فتنہ ارتداد کو دور کیا تھا۔ اور

بڑی بڑی مشکلات سے کامیاب نکلا تھا۔ میں دیکھوں گا کہ تم جس طرح معاویہؓ اور سعیدؓ سے باتیں کیا کرتے تھے مجھ سے بھی کر سکتے ہو۔ سنو! اگر کسی شخص کے سامنے تم نے یہاں کوئی فتنہ کی بات کی تو پھر ایسی سزا دونگا کہ تم یاد ہی رکھوگے۔ یہ کہکر ان کو نظر بند کر دیا۔ اور ہمیشہ اپنے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔ جب سفر پر جاتے تو ان کو اپنے ساتھ پا پیادہ لے جاتے۔ اور ان سے دریافت کرتے کہ اب تمہارا کیا حال ہے۔ جس کو نیکی درست نہیں کرتی۔ اسکا علاج سزا ہوتی ہے۔ تم لوگ اب کیوں نہیں بولتے۔ وہ لوگ ندامت کا اظہار کرتے اور اپنی شرارت پر توبہ کرتے۔ اسیطرح کچھ مدت گزرنے پر عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی اصلاح ہوگئی ہے اور ان میں سے ایک شخص مالک نامی کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا کہ وہاں جاکر معافی مانگو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔ اور توبہ کی اور اظہار ندامت کیا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کیلئے معافی مانگی انہوں نے ان کو معاف کر دیا۔ اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہنا چاہتے ہیں۔ مالک نے کہا کہ اب ہم عبدالرحمن بن خالد کے پاس رہنا چاہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے اجازت دی اور وہ شخص واپس عبدالرحمن بن خالد کے پاس چلا گیا

اس شخص کے عبدالرحمن بن خالد کے پاس ہی رہنے کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت اس کا دل ضرور صاف ہو چکا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایسے آدمی کے پاس جو شرارت کو ایک منٹ کے لئے بھی روا نہ رکھتا تھا۔ واپس جانے کی خواہش نہ کرتا مگر بعد کے واقعات سے معلوم ہوگا کہ اس کی توبہ بالکل عارضی تھی۔ اور حضرت معاویہ کا یہ خیال درست تھا۔ کہ یہ بے وقوف لوگ ہیں اور صرف ہتھیار بن کر کام کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن سبا اس عرصہ میں خاموش نہ بیٹھا ہوا تھا۔ بلکہ اس نے کچھ مدت سے یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ کہ اپنے ایجنٹوں کو تمام علاقوں میں بھیجتا اور اپنے خیالات پھیلاتا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص غیر معمولی عقل و دانش کا آدمی تھا۔ وہ احکام جو اس نے اپنے ایجنٹوں کو دیئے۔ اس کے دماغ کی بناوٹ پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ جب یہ اپنے نائب روانہ کرتا تو ان کو ہدایت دیتا تھا۔ کہ اپنے خیالات کو فوراً لوگوں کے سامنے نہ پیش کر دیا کرو۔ بلکہ پہلے وعظ و نصیحت سے کام لیا کرو۔ اور شریعت کے احکام لوگوں کو سنایا کرو۔ اور

لہ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۲۲

اچھی باتوں کا حکم دیا کرو۔ اور بُری باتوں سے روکا کرو۔ جب لوگ تمہارا یہ طریق دیکھیں گے۔ تو ان کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اور تمہاری باتوں کو شوق سے سنا کریں گے۔ اور تم پر اعتبار پیدا ہو جائیگا۔ تب عمدگی سے ان کے سامنے اپنے خاص خیالات پیش کرو۔ وہ بہت جلد قبول کر لیں گے۔ اور یہ بھی احتیاط رکھو کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں نہ کرنا۔ بلکہ ان کے نائبوں کے خلاف لوگوں کے جوش کو بھڑکانا۔ اس سے اس کی غرض یہ تھی۔ کہ حضرت عثمانؓ سے خاص مذہبی تعلق ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف باتیں سن کر بھڑک اٹھیں گے۔ لیکن امرا کے خلاف باتیں سننے سے ان کے مذہبی احساسات کو تحریک نہ ہوگی اس لئے ان کو قبول کر لیں گے۔ جب اسطرح ان کے دل سیاہ ہو جاویں گے۔ اور ایک خاص پارٹی میں شمولیت کر لینے سے جو ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ پیدا ہو جاوے گی۔ تو پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف ان کو بھڑکانا بھی آسان ہوگا۔

اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ والیان صوبہ جات کی برائیاں جب بیان کیجاتی ہیں تو سمجھدار لوگ ان کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے مشاہدہ کی بنا پر ان شکایات کو جھوٹا اور بے حقیقت جانتے ہیں اور ملک میں عام جوش نہیں پھیلتا تو اس نے ایک اور خطرناک تدبیر اختیار کی اور وہ یہ کہ اپنے نائبوں کو حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ہر جگہ کے گورنروں کو انہی کے علاقوں میں بدنام کرنے کی کوشش کریں۔ ان کی برائیاں لکھ کر دوسرے علاقوں میں بھیجیں۔ کیونکہ دوسرے علاقوں کے لوگ اس جگہ کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کی باتوں کو آسانی سے قبول کر لیں گے۔ چنانچہ اس مشورہ کے ماتحت ہر جگہ کے مفسد اپنے علاقوں کے حکام کی جھوٹی شکایات اور بناوٹی مظالم لکھ کر دوسرے علاقوں کے ہمدردوں کو بھیجتے اور وہ ان خطوں کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور بوجہ غیر ممالک کے حالات سے ناواقفیت کے بہت سے لوگ ان باتوں کو سچ یقین کر لیتے اور افسوس کرتے کہ فلاں فلاں ملک کے ہمارے بھائی سخت مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ اور ساتھ شکر بھی کرتے کہ خدا کے فضل سے ہمارا والی اچھا ہے۔ ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ نہ جانتے

کہ دوسرے ممالک کے لوگ اپنے آپ کو آرام میں اور ان کو دکھ میں سمجھتے اور اپنی حالت پر شکر اور ان کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ مدینہ کے لوگوں کو چونکہ چاروں اطراف سے خطوط آتے تھے۔ ان میں سے جو لوگ ان خطوط کو صحیح تسلیم کر لیتے۔ وہ یہ خیال کر لیتے کہ شاید سب ممالک میں ظلم ہی ہو رہا ہے۔ اور مسلمانوں پر سخت مصائب لوٹ رہے ہیں۔ غرض عبداللہ بن سبا کا یہ فریب بہت کچھ کارگر ثابت ہوا۔ اور اسے اس ذریعہ سے ہزاروں ایسے ہمدرد مل گئے جو بغیر اس تدبیر کے ملنے مشکل تھے۔

جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی۔ اور صحابہ کرام کو بھی ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں۔ تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے آتی ہیں وہ تو خیر و عافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ طلب کیا۔ کہ تحقیق کس طرح کی جاوے۔ اور ان کے مشورہ کے مطابق[1] اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف محمد بن مسلمہ کو کوفہ کیطرف عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف اور عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا۔ کہ وہاں کے حالات کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں کہ آیا واقعہ میں امراء رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدی سے کام لیتے ہیں۔ اور لوگوں کے حقوق مار لیتے ہیں۔ اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے۔ تاکہ وہاں کے حالات سے اطلاع دیں۔ یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آ کر ان سب نے رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے۔ اور مسلمان بالکل آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کے حقوق کو کوئی تلف نہیں کرتا۔ اور حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ مگر عمار بن یاسر نے دیر کی اور ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ عمار بن یاسر نے کیوں دیر کی۔ اس کا ذکر تو پھر کروں گا۔ پہلے میں اس تحقیقی وفد اور اس کی تحقیق کی اہمیت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس وفد

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۴۳

کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لینے سے اس فتنہ کی اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے سب سے پہلی بات جو قابل غور ہے۔ یہ ہے کہ اس وفد کے تینوں سرگروہ جو لوٹ کر آئے اور جنہوں نے آکر رپورٹ دی وہ کس پایہ کے آدمی تھے۔ کیونکہ تحقیق کرنے والے آدمیوں کی حیثیت سے اس تحقیق کی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس وفد میں ایسے لوگ بھیجے جاتے جو حضرت عثمان رضؓ یا آپ کے نواب سے کوئی غرض رکھتے یا جن کی دینی و دنیاوی حیثیت اس قدر اعلا اور ارفع نہ ہوتی کہ وہ حکام سے خوف کھا دیں یا کوئی طمع رکھیں تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ لوگ کسی لالچ یا خوف کے باعث حقیقت کے بیان کرنے سے اعراض کر گئے مگر ان لوگوں پر اس قسم کا اعتراض ہرگز نہیں پڑ سکتا۔ اور ان لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کر کے حضرت عثمان رضؓ نے اپنی نیک نیتی کا ایک بیّن ثبوت دیدیا ہے۔ اسامہ جن کو بصرہ کی طرف بھیجا گیا تھا وہ شخص ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ اول المومنین حضرت زیدؓ کے لڑکے ہیں۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مقربین اور پیاروں میں سے ہیں۔ اور آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر عظیم کی سپہ سالاری عطا کی جسے آپ اپنی مرض موت میں تیار کرا رہے تھے۔ اور اس میں حضرت عمر رضؓ جیسے بڑے بڑے صحابیوں کو آپ کے ماتحت کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب صرف دلداری کے طور پر ہی نہ تھا بلکہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ بڑے بڑے کاموں کے اہل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر محبت کرتے کہ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے تھے کہ آپ ان کو زیادہ چاہتے ہیں یا حضرت امام حسن کو۔ محمد بن مسلم بھی جن کو کوفہ بھیجا گیا۔ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ اور صحابہ میں خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور نہایت صاحب رسوخ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ جن کو شام کی طرف روانہ کیا گیا۔ ایسے لوگوں میں سے ہیں جنکے تعارف کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ سابق بالعہد مسلمانوں میں سے تھے۔ اور زہد و تقویٰ اللہ میں آپ کی وہ شان تھی کہ اکابر صحابہ بھی آپ کی ان خصوصیات کی وجہ سے آپ کا خاص ادب کرتے تھے۔ حضرت علی رضؓ کے بعد اگر کسی صحابی پر صحابہ اور دوسرے بزرگوں

کی نظرِ خلافت کے لئے پڑی تو آپ پر پڑی۔ مگر آپ نے دنیا سے علیحدگی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ شعائرِ دینیہ کے لئے آپ کو اس قدر غیرت تھی کہ بعض دفعہ آپ نے خود عمرؓ بن الخطاب سے بڑی سختی سے بحث کی غرض حق گوئی میں آپ ایک کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ آپ کا انتخاب شام کے لئے نہایت ہی اعلیٰ انتخاب تھا۔ کیونکہ بوجہ اس کے کہ حضرت معاویہ دیر سے شام کے حاکم تھے۔ اور وہاں کے لوگوں پر ان کا بہت رعب تھا۔ اور بوجہ ان کی ذکاوت کے انکے انتظام کی تحقیق کرنا کسی معمولی آدمی کا کام نہ تھا۔ اس جگہ کسی دوسرے آدمی کا بھیجا جانا فضول تھا۔ اور لوگوں کو اس کی تحقیق پر تسلی بھی نہ ہوتی۔ مگر آپ کی سبقت ایمانی اور عزتِ اسلامی اور حریت اور تقویٰ و زہد ایسے کمالات تھے کہ ان کے سامنے معاویہ دم نہ مار سکتے تھے اور نہ ایسے شخص کی موجودگی میں حضرت معاویہ کا رعب کسی شخص پر پڑ سکتا تھا۔

غرض جو لوگ تحقیق کے لئے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے۔ اور انکی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجایش حاصل نہیں پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے۔ متفقہ طور پر فیصلہ دینا کہ ملک میں بالکل امن و اماں ہے ظلم و تعدی کا نام و نشاں نہیں حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں اور اگر ان پر کوئی الزام ہے تو یہ کہ لوگوں کو حدود کے اندر رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ایک ایسا فیصلہ ہے جسکے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت و عبداللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا۔ ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔

حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی۔ جس کے اصل بانی یہودی تھے۔ جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے۔ شامل ہو گئے تھے۔ ورنہ امرائے بلاد کا نہ کوئی قصور تھا۔ نہ وہ اس فتنہ کے باعث تھے۔ ان کا صرف اسی قدر قصور تھا۔ کہ ان کو حضرت عثمان نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور حضرت عثمان کا یہ قصور تھا کہ وہ باوجود پیرانہ سالی اور نقاہت بدنی کے اتحاد اسلام کی رسی کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے۔ اور امت اسلامیہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور شریعت اسلام کے قیام کی فکر رکھتے تھے۔ اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش کمزوروں اور بے وارثوں پر ظلم و تعدی کرنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق

اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ کہ کوفہ میں انہی فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں افساد امر المسلمین پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی کہ واللہ لا یرفع راس ما دام عثمان علی الناس یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک عثمان کی حکومت ہے۔ عثمان ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی مرادیں پوری کرنے کے لئے ضروری تھا۔ پہلے بتایا تھا کہ عمار بن یاسر جن کو مصر کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی طرف سے خبر آنے میں اس قدر دیر ہوئی کہ اہل مدینہ نے خیال کیا کہ کہیں مارے گئے ہیں۔ مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنی سادگی اور سیاست سے ناواقفیت کی وجہ سے ان مفسدوں کے پنجہ میں پھنس گئے تھے۔ جو عبداللہ بن سبا کے شاگرد تھے۔ مصر میں چونکہ خود عبداللہ بن سبا موجود تھا۔ اور وہ اس بات سے غافل نہ تھا کہ اگر اس تحقیقاتی وفد نے تمام ملک میں امن و امان کا فیصلہ دیا تو تمام لوگ ہمارے مخالف ہو جاویں گے۔ اس وفد کے بھیجے جانے کا فیصلہ ایسا اچانک ہوا تھا کہ دوسرے علاقوں میں وہ کوئی انتظام نہیں کر سکا تھا۔ مگر مصر کا انتظام اس کیلئے آسان تھا۔ جونہی عمار بن یاسر مصر میں داخل ہوئے اس نے ان کا استقبال کیا۔ اور والئے مصر کی برائیاں اور مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اس کی لسانی کے سحر کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور بجائے اس کے کہ ایک عام بے لوث تحقیق کرنے والے مصر کے پاس گئے ہی نہیں۔ اور نہ عام تحقیق کی بلکہ اسی مفسد گروہ کے ساتھ چلے گئے۔ اور انہی کے ساتھ مل کر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔

صحابہ میں سے اگر کوئی شخص اس مفسد گروہ کے پھندے میں پھنسا ہو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عمار بن یاسر ہیں۔ ان کے سوائے کوئی معروف صحابی اس حرکت میں شامل نہیں ہوا۔ اور اگر کسی کی شمولیت بیان کی گئی ہے۔ تو دوسری روایات سے اس کا رد بھی ہو گیا ہے۔ عمار بن یاسر کا ان لوگوں کے دھوکے میں آجانا ایک خاص وجہ سے تھا۔ اور وہ یہ کہ جب [illegible] مصر پہنچے۔ تو وہاں پہنچتے ہی بظاہر ثقہ نظر آنے والے اور نہایت طرار و لسان لوگوں کی ایک جماعت ان کو ملی۔ جس نے نہایت عمدگی سے ان کے پاس والئے

مصر کی شکایات بیان کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً والئے مصر ایک ایسا شخص تھا جو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف رہ چکا تھا اور اس کی نسبت آپ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ خواہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اور گو بعد میں آپ نے اسے معاف کر دیا۔ مگر اس کی پہلی مخالفت کا بعض صحابہ کے دل پر جن میں عمار بھی شامل تھے اثر باقی تھا۔ پس ایسے شخص کے خلاف باتیں سن کر عمار بہت جلد متاثر ہو گئے اور ان الزامات کو جو اس پر لگائے جاتے تھے صحیح تسلیم کر لیا۔ اور اس احساس طبعی سے فائدہ اٹھا کر سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی اس کے خلاف اس بات پر خاص زور دیتے تھے۔ پس حضرت عثمان رضؓ کی نیک نیتی اور اخلاص کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ سوائے ایک شخص کے سب وفدوں نے حکام کی بریت کا فیصلہ دیا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اس ایک مخالف رائے کی قدر کر کے ایک خط تمام علاقوں کے لوگوں کی طرف بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں جب سے خلیفہ ہوا ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل ہے۔ اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلمانوں سے زیادہ کوئی حق نہیں۔ مگر مجھے مدینہ کے رہنے والے بعض لوگوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکام لوگوں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس خط کے ذریعے سے عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو خفیہ طور پر گالی دی گئی ہو یا پیٹا گیا ہو۔ وہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ اور جو کچھ اس پر ظلم ہوا ہو خواہ میرے ہاتھوں سے خواہ میرے عاملوں کے ذریعے سے اس کا بدلہ وہ مجھ سے اور میرے نائبوں سے لے لے یا معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اپنے پاس سے جزا دیتا ہے۔ یہ مختصر لیکن دردناک خط جس وقت تمام ممالک میں منبروں پر پڑھا گیا۔ تو عالم اسلام ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل گیا۔ اور سامعین بے اختیار رو پڑے۔ اور سب نے حضرت عثمان کے لئے دعائیں کیں۔ اور ان فتنہ پردازوں پر جو اس ملت اسلام کا درد رکھنے والے اور اس کا بوجھ اٹھانے والے انسان پر حملہ کر رہے تھے۔ اور اس کو دکھ دے رہے تھے۔ اظہار افسوس کیا گیا[1]۔

[1] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۴۴

حضرت عثمانؓ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنے عمال کو ان الزامات کے جواب دینے کے لئے جو ان پر لگائے جاتے تھے، خاص طور پر طلب کیا۔ جب سب والی جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ لوگوں کے خلاف الزام لگائے جاتے ہیں۔ مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں یہ باتیں درست ہی نہ ہوں۔ اس پر ان سب نے جواب میں عرض کیا کہ آپ نے معتبر آدمیوں کو بھیج کر دریافت کرالیا ہے کہ کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ نہ خلاف شریعت کوئی کام ہوتا ہے اور آپ کے بھیجے ہوئے معتبروں نے سب لوگوں سے حالات دریافت کئے۔ ایک شخص بھی ان کے سامنے آکر ان شکایات کی صحت کا جو بیان کی جاتی ہیں مدعی نہیں ہوا۔ پھر شک کی کیا گنجایش ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ ان لوگوں نے سچ سے کام نہیں لیا۔ اور نہ تقویٰ اللہ سے کام لیا ہے۔ اور ان کے الزامات کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسی بے بنیاد باتوں پر گرفت جائز نہیں ہو سکتی نہ ان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جاوے۔ اس پر مختلف مشورے آپ کو دیئے گئے۔ جن سب کا ماحصل یہی تھا کہ آپ سختی کے موقعہ پر سختی سے کام لیں اور ان فسادیوں کو اس قدر ڈھیل نہ دیں اس سے ان میں اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ شریر صرف سزا سے ہی درست ہو سکتا ہے۔ نرمی اسی سے کرنی چاہیئے جو نرمی سے فائدہ اٹھائے۔ حضرت عثمان نے سب کا مشورہ سنکر فرمایا۔ جن فتنوں کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں وہ تو ہو کر رہیں گے۔ ہاں نرمی سے اور محبت سے ان کو ایک وقت تک روکا جا سکتا ہے۔ پس میں سوائے حدود اللہ کے ان لوگوں سے نرمی ہی سے معاملہ کرونگا تاکہ کسی شخص کی میرے خلاف محبت حقہ نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں سے بھلائی میں کوئی کمی نہیں کی۔ مبارک ہو عثمان کے لئے اگر وہ فوت ہو جاوے۔ اور فتنوں کا سیلاب جو اسلام پر آنے والا ہے وہ ابھی شروع نہ ہوا ہو۔ پس جاؤ اور لوگوں سے نرمی سے معاملہ کرو اور ان کے حقوق ان کو دو۔ اور ان کی غلطیوں سے درگذر کرو۔ ہاں اگر اللہ تعالےٰ کے احکام کو کوئی توڑے تو ایسے شخصوں سے نرمی اور عفو کا معاملہ نہ کرو۔

حج سے واپسی پر حضرت معاویہؓ بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ آئے کچھ دن ٹھہر کر آپ

واپس جانے لگے تو آپ نے حضرت عثمان سے علیحدہ مل کر درخواست کی کہ فتنہ بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ اول میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں۔ کیونکہ شام میں سب طرح سے امن ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں۔ ایسا نہ ہو یکدم کسی قسم کا فساد اُٹھے۔ اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان کو جواب دیا کہ میں رسول کریم صلعم کی ہمسائیگت کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ جسم کی دھجیاں نہ اڑا دی جائیں۔ حضرت معاویہ رضؓ نے کہا کہ پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ایک دستہ فوج شامیوں کا آپ کی حفاظت کے لئے بھیجدوں۔ ان لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص شرارت نہیں کر سکیگا۔ حضرت عثمان رضؓ نے جواب دیا کہ نہ میں عثمان کی جان کی حفاظت کے لئے اس قدر بوجھ بیت المال ڈال سکتا ہوں اور نہ یہ پسند کر سکتا ہوں کہ مدینہ کے لوگوں کو فوج رکھ کر تنگی میں ڈالوں۔ اس پر حضرت معاویہ رضؓ نے عرض کی کہ پھر تیسری تجویز یہ ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں لوگوں کو جرات ہے کہ اگر عثمان رضؓ نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ممالک میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے میں ان کو پراگندہ کر دوں۔ اس پر معاویہ رضؓ رو پڑے۔ اور عرض کی کہ اگر ان تدابیر میں سے جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے پیش کی ہیں۔ آپ کوئی بھی قبول نہیں کرتے۔ تو اتنا تو کیجئے کہ لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچے تو معاویہ رضؓ کو میرے قصاص کا حق ہوگا۔ شاید لوگ اس سے خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے جواب دیا کہ معاویہ جو ہونا ہے ہو رہیگا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے۔ ایسا نہ ہو آپ مسلمانوں پر سختی کریں۔ اس پر حضرت معاویہ رضؓ روتے ہوئے آپ کے پاس سے اُٹھے۔ اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ اور باہر نکل کر صحابہ سے کہا کہ اسلام کا دار و مدار آپ لوگوں پر ہے۔ حضرت عثمان رضؓ اب بالکل ضعیف ہو گئے ہیں اور فتنہ بڑھ رہا ہے۔ آپ لوگ ان کی نگہداشت رکھیں۔ یہ کہہ کر معاویہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

صوبہ جات کے عمال کا اپنے اپنے علاقوں سے غائب رہنا ایسا موقعہ نہ تھا، جسے عبداللہ بن سبا یوں ہی جانے دیتا۔ اس نے فوراً چاروں طرف ڈاک دوڑا دی کہ یہ موقعہ ہے۔ اس وقت ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ایک دن مقرر کر کے یکدم اپنے اپنے علاقہ کے امرا پر حملہ کر دیا جائے۔ مگر ابھی مشورے ہی ہو رہے تھے۔ کہ امرا واپس آ گئے۔ دوسری جگہوں کے سبائی تو مایوس ہو گئے۔ مگر کوفہ کے سبائی (یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی)، جو پہلے بھی عملی فساد میں سب سے آگے قدم رکھنے کے عادی تھے۔ انہوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یزید بن قیس نامی ایک شخص نے مسجد کوفہ میں جلسہ کیا اور اعلان ہوا۔ کہ اب حضرت عثمان رض کو خلافت سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ قعقاع بن عمر رض جو اس جگہ کی چھاؤنی کے افسر تھے۔ انہوں نے سنا تو آ کر اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ ان کے سامنے عذر کرنے لگا کہ میں تو اطاعت سے باہر نہیں ہوں ہم لوگ تو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ سعید بن العاص کے متعلق جلسہ کر کے درخواست کریں کہ اس کو یہاں سے بلوا لیا جائے۔ اور کوئی اور افسر مقرر کیا جاوے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لئے جلسوں کی ضرورت نہیں۔ اپنی شکایات لکھ کر حضرت عثمان کی طرف بھیجدو۔ وہ کسی اور شخص کو والی مقرر کر کے بھیج دیں گے۔ اس میں مشکل کونسی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ زمانہ خلفا میں لوگوں کے آرام کے خیال سے جب والیوں کے خلاف کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اکثر ان کو بدل دیا جاتا تھا۔ قعقاع کا یہ جواب سن کر یہ لوگ بظاہر منتشر ہو گئے۔ مگر خفیہ طور پر منصوبہ کرتے رہے۔ آخر یزید بن قیس نے جو اس وقت کوفہ میں سبائیوں کا رئیس تھا ایک آدمی کو خط دیکر حمص کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں کو جو کوفہ سے جلا وطن کئے گئے تھے اور جن کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بلا لائے۔ وہ خط لیکر ان لوگوں کے پاس گیا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ اہل مصر ہمارے ساتھ مل گئے ہیں اور موقعہ بہت اچھا ہے یہ خط پہنچتے ہی ایک منٹ کی دیر نہ کرو اور واپس آ جاؤ۔ ؎

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خلیفۂ وقت سابق بالایمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے خلاف جوش کرنے والے، اور اس پر عیب لگانے والے وہ لوگ ہیں جو خود نماز و

ؔ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۲۵

کے تارک ہیں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام کے لئے غیرت صرف بے دینوں میں پیدا ہو۔ اگر واقعہ میں حضرت عثمان رضؓ یا ان کے والیوں میں کوئی نقص ہوتا۔ کوئی بات خلاف شریعت ہوتی کوئی کمزوری ہوتی تو اس کے خلاف جوش کا اظہار کرنے والے علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعد بن الوقاصؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ اسامتہ بن زیدؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ابوموسےٰ اشعریؓ۔ حذیفہؓ بن الیمان۔ ابوہریرہؓ عبداللہ بن سلامؓ۔ عبادۃ ابن الصامت۔ اور محمدؓ بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم ہوتے نہ کہ یزید بن قیس اور اشتر

یہ خط لیکر نامہ بر جزیرہ پہنچا۔ اور جلا وطنان اہل کوفہ کے سپرد کر دیا۔ جب انہوں نے اس خط کو پڑھا تو سوائے اشتر کے سب نے ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ عبدالرحمن بن الخالد کے ہاتھ دیکھ چکے تھے۔ مگر اشتر جو مدینہ میں جاکر حضرت عثمان رضؓ سے معافی مانگ کر آیا تھا۔ اس کی توبہ قایم نہ رہی اور اسی وقت کوفہ کی طرف چل پڑا جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اشتر واپس چلا گیا تو وہ ڈرے کہ عبدالرحمن ہماری بات پر یقین نہ کریں گے۔ اور سمجھیں گے کہ یہ سب کام ہمارے مشورہ سے ہوا ہے۔ اس خوف سے وہ بھی نکل بھاگے۔ جب عبدالرحمن بن الخالد بن الولید کو معلوم ہوا تو انہوں نے پیچھے آدمی بھیجے۔ مگر ان کے آدمی ان کو پکڑ نہ سکے۔ مالک الاشتر منزلوں پر منزلیں مارتا ہوا کوفہ پہنچا۔ جمعہ کا دن تھا اور لوگ سب مسجد میں جمع تھے۔ جس وقت یہ کوفہ پہنچا۔ خالی ہاتھ شہر میں گھسا اس نے اپنی عزت کے خلاف سمجھا۔ یہ جزیرہ سے آنے والا شخص جو اپنے ساتھیوں سے ملنے کے لئے دو دو منزلوں کی ایک ایک منزل کرتا چلا آیا تھا۔ اپنے مدینہ سے آنے کا اعلان کرنے لگا۔ اور لوگوں کو جوش دلانے کے لئے کہنے لگا کہ میں ابھی سعید بن العاص سے جدا ہوا ہوں۔ انکے ساتھ ایک منزل ہم سفر رہا ہوں وہ علی الاعلان کہتا ہے کہ میں کوفہ کی عورتوں کی عصمتوں کو خراب کرونگا۔ اور کہتا ہے کہ کوفہ کی جائدادیں قریش کا مال ہیں اور یہ شعر فخریہ پڑھتا ہے ؎ ویل لاشراف النساء منی۔ صحیح کاننی من جنی شریف عورتیں میرے سبب سے مصیبت میں مبتلا ہونگی۔ میں ایک ایسا مضبوط آدمی ہوں گویا جنات میں سے ہوں۔ . . . . اس کی ان باتوں سے عامتہ الناس کی عقل ماری گئی۔ اور انہوں نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا۔ اور آناً فاناً

ایک جوش پھیل گیا عقلمندوں اور داناؤں نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک فریب ہے۔ اس فریب میں تم نہ آؤ۔ مگر عوام کے جوش کو کون روکے ان کی بات ہی کوئی نہ سنتا تھا۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جو چاہتا ہو کہ سعید بن العاص والی کوفہ کی واپسی اور کسی اور والی کے تقرر کا مطالبہ کرے اُسے چاہیئے کہ فوراً یزید بن قیس کے ہمراہ ہو جائے۔ اس اعلان پر لوگ دوڑ پڑے اور مسجد میں سوائے داناؤں شریف آدمیوں اور رؤسا کے اور کوئی نہ رہا۔ عمرو بن الجریر سعید کی غیر حاضری میں ان کے قائم مقام تھے۔ انہوں نے جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان میں وعظ کہنا شروع کیا کہ اے لوگو خدا تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ کہ ہم دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں اتحاد پیدا کیا۔ اور تم بھائی بھائی ہو گئے۔ تم ایک ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ خدا تعالےٰ نے تم کو اس سے بچایا۔ پس اس مصیبت میں اپنے آپ کو نہ ڈالو جس سے خدا تعالےٰ نے تم کو بچایا تھا۔ کیا اسلام اور ہدایت الٰہی اور سنت رسول کریم کے بعد تم لوگ حق کو نہیں پہچانتے۔ اور حق کے دروازہ کیطرف نہیں آتے۔ اسپر قعقاع بن عمروؓ نے ان سے کہا کہ آپ وعظ سے اس فتنہ کو روکنا چاہتے ہیں یہ امید نہ رکھیں۔ ان شورشیوں کو تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اور وہ زمانہ بعید نہیں کہ تلوار بھی کھینچی جائیگی اس وقت یہ لوگ بکری کے بچوں کی طرح چیخیں گے۔ اور خواہش کریں گے۔ کہ یہ زمانہ پھر لوٹ آوے۔ مگر پھر خدا تعالےٰ قیامت تک یہ نعمت ان کی طرف نہ لوٹائیگا۔ عوام الناس شہر کے باہر جا کر جمع ہوئے۔ اور مدینہ کا رخ کیا اور سعید بن العاص کا انتظار کرنے لگے جب وہ سامنے آئے تو ان سے کہا آپ واپس چلے جائیں۔ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں۔ سعید نے کہا کہ یہ بھی کوئی دانائی ہے کہ اس قدر آدمی جمع ہو کر اس کام کے لئے باہر نکلے ہو۔ ایک آدمی کے روکنے کے لئے ہزار آدمی کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کافی تھا کہ تم ایک آدمی خلیفہ کی طرف بھیج دیتے۔ اور ایک آدمی میری طرف روانہ کر دیتے یہ کہہ کر انہوں نے تو اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے۔ تاکہ حضرت عثمانؓ کو خبردار کر دیں اور یہ لوگ حیران رہ گئے۔ اتنے میں انکا ایک غلام نظر آیا۔ اسکو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔

سعید بن العاص نے مدینہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو اس تمام فتنہ سے اطلاع دی۔ آپ نے

فرمایا کہ کیا وہ لوگ میرے خلاف اُٹھے ہیں۔ سعید نے کہا کہ وہ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ والی بدلا یا جاوے
انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کسے چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ابو موسیٰ اشعری کو پسند کرتے

ابوموسیٰ اشعری کا کوفہ کا والی مقرر ہونا

ہیں حضرت عثمان رضہ نے فرمایا ہم نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ اور خدا کی قسم ہے اُن لوگوں کو عذر کا کوئی موقعہ نہ دونگا۔ اور کوئی دلیل اُن کے ہاتھوں میں نہیں آنے دونگا اور اُن کی باتوں پر آنحضرت صلعم کے حکم کے ماتحت صبر کروں گا یہانتک کہ وہ وقت آجاوے جس کا یہ ارادہ کرتے ہیں۔ یعنی عثمان رضہ کے علیحدہ کرنیکا

اس فتنہ نے ظاہر کر دیا کہ یہ لوگ جھوٹ اور فریب سے کسی قسم کا پرہیز نہیں رکھتے تھے

مفسدوں کی سازشوں کا انکشاف

مالک الاشتر کا جزیرہ سے بھاگے چلے آنا اور مدینہ سے آنے کا اظہار کرنا سعید بن العاص پر جھوٹا الزام لگانا اور شرمناک باتیں اپنے پاس سے بنا کر ان کی طرف منسوب کرنا ایسے امور نہیں ہیں جو ان مفسدوں کے اصل ارادوں اور مخفی خواہشوں کو چھپا رہنے دیں۔ بلکہ ان باتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے بالکل کورے تھے۔ اسلام جھوٹ کو جائز نہیں قرار دیتا اور فریب کا روادار نہیں۔ اتہام لگانا اسلام میں ایک سخت جرم ہے مگر یہ اسلام کی محبت ظاہر کرنیوالے اور اسکے لئے غیرت کا اظہار کرنیوالے جھوٹ بولتے ہیں۔ اتہام لگاتے ہیں اور ان کاموں سے ان کو کوئی عار نہیں معلوم ہوتا۔ پس ایسے لوگوں کا حضرت عثمان رضؓ کے خلاف شور مچانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ کسی حقیقی نقص کی وجہ سے یہ شورش نہیں تھی۔ بلکہ اسلام سے دوری اور بے دینی کا نتیجہ ہے۔

دوسرا استنباط اس واقعہ سے یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس حضرت عثمان رضؓ اور انکے عمال کے برخلاف ایک بھی واجبی شکایت نہ تھی۔ کیونکہ اگر واقعہ میں کوئی شکایت ہوتی۔ تو ان کو جھوٹ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ جھوٹی شکایات کا بنانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کو حقیقی شکایات نہ تھیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے آنے سے پہلے جب یزید نے جلسہ کیا ہے۔ تو اسوقت صرف چند سپاہی لوگ ہی اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور قعقاع کے روکنے پر یہ لوگ ڈر گئے اور جلسہ کرنا انہوں نے موقوف کر دیا تھا۔ مگر اسی مہینہ کے اندر اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے جھوٹ سے متاثر ہو کر کوفہ کے عامۃ الناس کا ایک کثیر گروہ ان لوگوں کے ساتھ ملکر سعید کو روکنے اور دوسرے

والی کے طلب کرنے کے لئے کوفہ سے نکل پڑا یہ امر اس بات کی شہادت ہے کہ پہلے لوگ انکی باتوں میں نہ آتے تھے۔ کیونکہ ان کے پاس انکو جوش دلانیکا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اشتر نے جب ایسا ذریعہ ایجاد کیا جو لوگوں کی غیرت کو بھڑکانیوالا تھا تو عامۃ الناس کا ایک حصہ فریب میں آ گیا۔ اور اُن کے ساتھ مل گیا۔

اس فتنہ کے اظہار سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کی اصل مخالفت حضرت عثمانؓ سے تھی نہ کہ اُنکے عمال سے کیونکہ ابتداً یہ لوگ آپکے ہی خلاف جوش بھڑکانا چاہتے تھے مگر جب دیکھا کہ لوگ اس بات میں انکے شریک نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تب امراء کے خلاف جوش بھڑکانا شروع کر دیا ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینہ کی طرف رُخ کرنا بھی ثابت کرتا ہے کہ ان کی نیت حضرت عثمانؓ کی متعلق اچھی نہ تھی۔ سعید بن العاص کے آزاد کردہ غلام کو بلا وجہ قتل کر دینے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ان لوگوں کو کسی جرم کے ارتکاب سے اجتناب نہ تھا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب یہ لوگ اس بات کو محسوس کرنے لگ گئے تھے کہ اگر چندے اور دیر ہوئی تو امت اسلامیہ پوری طرح ہمارے فتنہ کی اہمیت سے آگاہ ہو جاوے گی۔ اسلئے جس طرح بھی ہو اپنے مدعا کو جلد سے جلد پورا کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنی دانائی سے ایک دفعہ پھر ان کے عذرات کو توڑ دیا اور ابو موسیٰ اشعری کو خلیفہ مقرر کر کے فوراً ان لوگوں کو اطلاع دی سعید بن العاص کے واپس چلے جانے اور ان کے ارادوں سے اہل مدینہ کو اطلاع دینے سے انکی امیدوں پر پہلے ہی پانی پڑ چکا تھا اور یکدم مدینہ پر قبضہ کر لینے کے منصوبے جو سوچ رہے تھے باطل ہو چکے تھے۔ اور یہ لوگ واپس ہونے پر مجبور ہو چکے تھے۔ اب ابو موسیٰ اشعری کے والی مقرر ہونے پر ان کے عذرات بالکل ہی ٹوٹ گئے کیونکہ یہ لوگ ایک مدت سے ان کی ولایت کے طالب تھے۔

ابو موسیٰ اشعری کو جب معلوم ہوا کہ ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے لوگو ایسے کاموں کے لئے پھر کبھی نہ نکلنا۔ اور جماعت اور اطاعت کو اختیار کرو۔ اور صبر سے کام لو۔ اور جلد بازی سے بچو۔ کیونکہ اب تم میں ایک امیر موجود ہے۔ یعنی میں امیر مقرر ہوا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک تم لوگ حضرت عثمان کی کامل اطاعت

حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے

اور اُن کے احکام کے قبول کرنیکا اقرار نہ کرو گے۔ میں تمہارا امام جماعت

نہیں بنوں گا۔ اس پر ان لوگوں نے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ آیندہ پوری طرح اطاعت کرینگے۔ اور ان کے احکام کو قبول کرینگے تب حضرت ابوموسےٰ اشعری رضؓ نے انکو نماز پڑھائی۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ نے انکو کہا کہ سُنو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو کوئی ایسے وقت میں کہ لوگ ایک امام کے ماتحت ہوں ان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور ان کی جماعت کو پراگندہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاوے اُسے قتل کردو خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے امام کے ساتھ اس کے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی۔ یعنی تم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عثمان رضؓ عادل نہیں۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جاوے تو بھی تمہارا یہ فعل جائز نہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلعم نے عادل کی شرط نہیں لگائی۔ بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ لوگوں پر کوئی حاکم ہو۔

یہ خیالات ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی عمریں خدمت اسلام کے لئے خرچ کردی تھیں اور جنہوں نے اسلام کو آنحضرت صلعم کے منہ سے سنا تھا۔ اور آپ کے سامنے اس پر عمل کر کے سندِ قبولیت حاصل کی تھی۔ وہ لوگ ان مفسدوں کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا۔ ان کا امام بننا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور ان کو واجب القتل جانتے تھے۔ کیا ان لوگوں کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ فتنہ عثمان رضؓ میں شامل تھے یا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضؓ اور ان کے عمال حقوق رعایا کو تلف کرتے تھے یا ان واقعات کی موجودگی میں قبول کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر یہ مفسد فساد برپا کر رہے تھے نہیں بلکہ یہ فسادی جماعت صحابہ پر حسد کر کے فساد پر آمادہ تھے اور اپنے دلی خیالات کو چھپاتے تھے حکومت اسلام کی بربادی اس کا اصل مقصد تھا۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک حضرت عثمان رضؓ کو درمیان سے نہ ہٹایا جاوے بعض جاہل یا بے دین مسلمان بھی اُن کے اس فریب کو نہ سمجھ کر خود غرضی یا سادگی کے باعث ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

مفسدوں کی ایک اور سازش

حضرت ابوموسےٰ اشعری کے والی مقرر ہو جانے پر ان لوگوں کے لئے فتنہ بپا کرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی۔ لیکن اس فتنہ کے اصل محرک اس امر کو پسند نہ کر سکتے تھے کہ ان کی تمام کوششیں اس طرح برباد ہو جاویں چنانچہ خط و کتابت شروع ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ سب ملکوں کی طرف سے کچھ لوگ وفد کے طور پر مدینہ منورہ کو چلیں۔ وہاں آپس میں آیندہ طریق عمل کے متعلق مشورہ بھی

کیا جاوے اور حضرت عثمان رضہ سے بعض سوال کیے جائیں تاکہ وہ باتیں تمام اقطار عالم میں پھیل جاویں اور لوگوں کو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمان رضہ پر جو الزامات لگائے جاتے تھے وہ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ یہ مشورہ کرکے یہ لوگ گھروں سے نکلے اور مدینے کی طرف سب نے رخ کیا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے۔ تو حضرت عثمان کو ان کی آمد کا علم ہوا۔ آپ نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کا بھید لیں۔ اور ان کی آمد کی اصل غرض دریافت کرکے اطلاع دیں۔ یہ دونوں گئے اور مدینہ سے باہر اس قافلہ سے جا ملے۔ ان لوگوں نے ان دونوں مخبروں سے باتوں باتوں میں اپنے حالات بیان کر دیئے انہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا اہل مدینہ میں سے بھی کوئی شخص ان کے ساتھ ہے۔ جس پر ان مفسدوں کے گروہ نے کہا کہ وہاں تین شخص ہیں۔ اس کے سوائے کوئی چوتھا شخص ان کا ہمدرد نہیں۔ ان دونوں نے دریافت کیا کہ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ارادہ یہ ہے کہ ہم مدینہ جا کر حضرت عثمان رضہ سے بعض ایسے امور کے متعلق گفتگو کرینگے جو پہلے سے ہم نے لوگوں کے دلوں میں بٹھا چھوڑے ہیں۔ پھر ہم اپنے ملکوں کو واپس جاویں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ ہم نے حضرت عثمان پر بہت الزامات لگائے اور ان کی سچائی ثابت کر دی۔ مگر انہوں نے ان باتوں کے چھوڑنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہیں کی پھر ہم حج کے بہانہ سے نکلیں گے اور مدینہ پہنچکر آپ کا احاطہ کر لینگے اگر آپ نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی تب تو خیر۔ ورنہ آپ کو قتل کر دینگے۔ یہ دونوں مخبر پوری طرح ان کا حال لے کر واپس گئے اور حضرت عثمان کو سب حال سے اطلاع دی آپ ان لوگوں کا حال سُنکر ہنس پڑے اور خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ الٰہی! ان لوگوں کو گمراہی سے بچالے۔ اگر تو نہ بچاوے گا۔ تو یہ لوگ برباد ہو جاوینگے۔ پھر ان تینوں شخصوں کی نسبت جو مدینہ والوں میں سے ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ فرمایا کہ عمار کو تو یہ غصہ ہے کہ اُس نے عباس بن عتبہ بن ابی لہب پر حملہ کیا تھا۔ اور اس کو زجر کی تھی اور محمد بن ابی بکر متکبر ہو گیا ہے اور خیال کرتا ہے۔ کہ اب اس پر کوئی قانون نہیں چلتا۔ اور محمد بن حذیفہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہا ہے۔ پھر آپ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کو بھی جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کا سب حال سنایا اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے پھر گواہی دی اسپر سب صحابہ نے فتویٰ دیا۔ کہ ان لوگوں کو قتل کر دیجئے

سازش کا انکشاف

حضرت عثمان کا مفسدوں کو بلوانا

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اور کی اطاعت کے لئے لوگوں کو بلاوے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم ایسے شخص کو قتل کردو خواہ کوئی ہو اور حضرت عمرؓ کا قول یاد دلایا کہ میں تمہارے لئے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا۔ جس میں ہیں شریک نہ ہوں یعنی سوائے حکومت کے اشارہ کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے صحابہ کا یہ فتویٰ سن کر فرمایا۔ کہ نہیں ہم ان کو معاف کرینگے اور اُن کے عذروں کو قبول کرینگے۔ اور اپنی ساری کوشش سے اُن کو سمجھا دیں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کرینگے۔ جب تک وہ کسی حد شرعی کو نہ توڑے یا اظہار کفر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں۔ مگر ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں۔ تاکہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمان رضؓ سے بحث کی اور وہ ہار گئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے سفر میں پوری نماز ادا کی حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ مگر میں نے صرف منا میں نماز پوری پڑھی ہے۔ اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کے لئے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگے۔ کہ خلیفہ تو دو ہی رکعت پڑھتا ہے۔ نماز دو ہی رکعت ہوگی کیا یہ بات درست نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے آپ نے فرمایا دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے۔ حالانکہ یہ الزام غلط ہے رکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی تھی اور میں نے صرف صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا ہے۔ اور پھر رکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے۔ وہ کسی کا مال نہیں ہے اور میرا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ میرے تو صرف دو اونٹ ہیں حالانکہ جب میں خلیفہ ہوا تھا۔ اس وقت میں سب عرب سے زیادہ مالدار تھا۔ اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لئے رکھے ہوئے ہیں کیا یہ درست نہیں۔ صحابہ کرام نے فرمایا ہاں درست ہے۔ پھر فرمایا یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے۔ حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات نیک اطوار ہوتے ہیں۔ اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے

حضرت عثمان کا اتہامات سے بریت ثابت کرنا

زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اسامہ بن زید کے سردار لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کئے گئے تھے۔ جواب مجھ پر کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ یہ لوگ لوگوں کے سامنے عیب تو بیان کرتے ہیں۔ مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمان رض نے تمام ایک ایک کر کے بیان کئے اور ان کے جواب بیان کئے صحابہ برابر زور دیتے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت عثمان رض نے ان کی یہ بات نہ مانی اور اُن کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہی کہ ابی المسلمون الا قتلھم وابی الا ترکھم یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے۔ مگر حضرت عثمان رض سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے

حضرت عثمان رض کا مفسدوں پر رحم کرنا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانہ میں جبکہ پریس اور سامان سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آجکل ہی کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ مگر اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہ تھی نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے ان کی تمام کارروائیوں کا دار و مدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمان رض کا رحم اُن کو بچائے ہوئے تھا۔ ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن وامان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو اگر جلد سزا نہ دی گئی۔ تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائیگی۔ مگر حضرت عثمان رض رحم مجسم تھے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت ملجاوے اور یہ کفر پر نہ مریں۔ پس آپ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے۔ کیونکہ اول تو خود وہ بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ اگر صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ اُن کا نام لیتے دوسرے صحابہ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے اعمال سے متنفر تھے۔ اور ان کے افعال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز

ہی نہ تھی اگر صحابہ ان کے ساتھ ہوتے یا اہلِ مدینہ ان کے ہمخیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کچھ ضرورت ہی نہیں تھی۔ اسی وقت حضرت عثمان رضہ کو قتل کر دیتے اور ان کی جگہ کسی اور شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ کے قتل میں کامیاب ہوتے خود اُن کی جانیں صحابہ کی شمشیر ہائے برہنہ سے خطرہ میں پڑ گئی تھیں اور صرف اسی رحیم و کریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے جسکو قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کر رہے تھے ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقویٰ سے بُعد پر تعجب آتا ہے کہ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا۔ اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیئے گئے حضرت عثمان رضہ کا رحم اور کرم انہوں نے دیکھا۔ اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اس وقت دنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اپنی جفاؤں پر پشیمان ہوتے۔ اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے۔ اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو کو اپنی حسن تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آیندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورا کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔

واپس جا کر ان لوگوں نے پھر خط و کتابت شروع کی۔ اور آخر فیصلہ کیا کہ شوال میں اپنی پہلی تجویز کے مطابق حج کے ارادہ سے قافلہ بن کر نکلیں اور مدینہ میں جا کر یکدم تمام انتظام کو درہم برہم کر دیں اور اپنی مرضی کے مطابق نظامِ حکومت کو بدل دیں۔ اس تجویز کے مطابق شوال یعنی چاند کے دسویں مہینے حضرت عثمان کی خلافت کے بارہویں سال چھتیسویں سال ہجری میں یہ لوگ تین قافلے بن کر اپنے گھروں سے نکلے۔ ایک قافلہ بصرہ سے ایک کوفہ سے اور ایک مصر سے پچھلی دفعہ کی ناکامی کا خیال کر کے اور اس بات کو مدِنظر رکھ کر کہ یہ کوشش آخری کوشش ہے۔ عبد اللہ بن سبا خود بھی مصر کے قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس رئیس المفسدین کا خود باہر نکلنا اس امر کی علامت تھا کہ یہ لوگ اب کے ہر ایک ممکن

مفسدوں کی اور لمبی سازش

تدبیر سے اپنے مدعا کے حصول کی کوشش کرینگے۔ چونکہ ہر ایک گروہ نے اپنے علاقہ میں حج پر جانے کے
ارادہ کا اظہار کیا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بارادہ حج شامل ہو گئے۔ اور اس طرح اصل ارادے
ان لوگوں کے عامۃ المسلمین سے مخفی رہے۔ مگر چونکہ حکام کو ان کی اندرونی سازش کا علم تھا۔ عبد اللہ
بن ابی سرح والئی مصر نے ایک خاص آدمی بھیجکر حضرت عثمان رضہ کو اس قافلہ اور اس کے مخفی ارادہ
کی اطلاع قبل از وقت دیدی جس سے اہل مدینہ پہلے سے ہی ہوشیار ہو گئے۔ اس جگہ ایک
سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبتک اہل مدینہ اور خصوصًا صحابہ ان لوگوں کے تین دفعہ آنے پر ان کو قتل
کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کو یہ معلوم تھا کہ ان کا حج کے بہانہ سے آکر فساد کرنے کا ارادہ حضرت عثمان رضہ
پر ظاہر ہے۔ تو پھر کیوں انہوں نے کوئی اور تدبیر اختیار نہ کی۔ اور اسی پہلی تدبیر کے مطابق
جن کا علم حضرت عثمان رضہ کو ہو چکا تھا سفر کیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ درحقیقت اہل
مدینہ ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ اسیوجہ سے یہ لوگ ڈرے نہ تھے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ
بیشک اُن کی یہ دلیری ظاہر کرتی ہے کہ ان لوگوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ مگر اس کی یہ
وجہ نہیں کہ صحابہ یا اہل مدینہ ان کے ساتھ تھے یا ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ بلکہ جیسا
کہ خود ان کے بیان سے ثابت ہے صرف تین شخص مدینہ کے ان کے ساتھ تھے اور جیسا کہ واقعات
سے ثابت ہے صحابہ اور دیگر اہل مدینہ ان لوگوں سے سخت بیزار تھے۔ پس ان کی دلیری کا یہ
باعث تو نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ لوگ ان سے کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ ان کی دلیری کا
اصل باعث اوّل تو حضرت عثمان رضہ کا رحم تھا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے۔ تو
فہو المراد۔ اور اگر ناکامیاب رہے۔ تو حضرت عثمان رضہ سے درخواست رحم کر کے سزا سے بچ
جائینگے۔ دوسرے گو صحابہ اور اہل مدینہ کا طریق عمل یہ پچھلی دفعہ دیکھ چکے تھے۔ اور ان کو معلوم
تھا کہ حضرت عثمان رضہ کو ہماری آمد کا علم ہے مگر یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت عثمان رضہ اپنے
حلم کے باعث اُن کے خلاف لڑنے کے لئے کوئی لشکر نہیں جمع کرینگے۔ اور صحابہ ہمارا مقابلہ
نہیں کرینگے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس پر قیاس کر کے سمجھتے تھے کہ صحابہ ظاہر میں حضرت عثمان
رضہ سے اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ اصل میں ان کی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس
خیال کی یہ وجہ تھی کہ یہ لوگ یہی ظاہر کیا کرتے تھے کہ صحابہ کے حقوق کی حفاظت کے لئے

ہی ہم سب کچھ کر رہے ہیں۔ پس ان کو خیال تھا۔ کہ صحابہ ہمارے اس فریب سے متاثر ہیں اور دل
میں ہمیں سے ہمدردی رکھتے ہیں

مفسدوں کا مدینہ کے پاس پہنچنا

جوں ہی اس لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی صحابہ اور اہل مدینہ جو اردگرد میں
جائدادوں پر انتظام کے لئے گئے ہوئے تھے مدینہ میں جمع ہو گئے اور لشکر کے دو حصے کئے
گئے ایک حصہ تو مدینہ کے باہر ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا۔ اور دوسرا حصہ حضرت
عثمان رضؓ کی حفاظت کے لئے شہر میں رہا۔ جب تینوں قافلہ مدینے کے پاس پہنچے۔ تو اہل
بصرہ نے ذوخشب مقام پر ڈیرہ لگایا اور اہلِ کوفہ نے اعوص پر اور اہلِ مصر نے ذوالمروۃ پر اور
مشورہ کیا گیا۔ کہ اب ان کو کیا کرنا چاہئے۔ گو اس لشکر کی تعداد کا اندازہ اٹھارہ سو آدمی سے
لیکر تین ہزار تک کیا جاتا ہے۔ (دوسرے حجاج جو ان کو قافلہ حج خیال کرکے اِن کے ساتھ ہو گئے
تھے۔ وہ علیحدہ تھے) مگر پھر بھی یہ لوگ سمجھتے تھے کہ دلاوران اسلام کا مقابلہ اگر وہ مقابلہ پر
آمادہ ہوئے ان کے لئے آسان نہ ہوگا۔ اس لئے مدینہ میں داخل ہوتے ہی پہلے اہلِ مدینہ کی
رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ دو شخص زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم نے اہلِ
کوفہ اور اہلِ بصرہ کو مشورہ دیا کہ جلدی اچھی نہیں وہ اگر جلدی کرینگے۔ تو اہلِ مصر کو بھی جلدی کرنی
پڑے گی۔ اور کام خراب ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اہلِ مدینہ نے ہمارے مقابلہ
کے لئے لشکر تیار کیا ہے اور جب ہمارے پورے حالات معلوم نہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس
قدر تیاری کی ہے تو ہمارا پورا حال معلوم ہونے پر تو وہ اور بھی زیادہ ہوشیاری سے کام لیں گے
اور ہماری کامیابی خواب و خیال ہو جائے گی۔ پس بہتر ہے کہ ہم پہلے جاکر وہاں کا حال معلوم کریں اور
اہل مدینہ سے بات چیت کریں اگر ان لوگوں نے ہم سے جنگ جائز نہ سمجھی۔ اور جو خبریں ان کی نسبت
ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ غلط ثابت ہوئیں تو پھر ہم واپس آکر سب حالات سے تم کو اطلاع دینگے۔ اور
مناسب کارروائی عمل میں لائی جائی گی۔ سب نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور یہ دو نو شخص مدینہ گئے
اور پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ملے۔ اور اُن سے مدینہ میں داخل
ہونے کی اجازت مانگی۔ اور کہا کہ ہم لوگ صرف اس لئے آئے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ سے بعض
والیوں کے بدل دینے کی درخواست کریں اور اُس کے سوا ہمارا اَور کوئی کام نہیں سب ازواج

مطہرات نے ان کی بات کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ اس بات کا نتیجہ اچھا نہیں پھر وہ باری باری حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ حضرت زبیر کے پاس گئے اور اُن سے یہی وجہ اپنے آنے کی بیان کرکے اور اپنی نیک نیتی کا اظہار کرکے مدینہ میں آنے کی اجازت چاہی۔ مگر ان تینوں اصحاب نے بھی ان کے قریب میں آنے سے انکار کیا۔ اور صاف جواب دیا۔ کہ ان کی اس کارروائی میں خیر نہیں ہے ۱؎

یہ دونو آدمی مدینہ کے حالات معلوم کرکے اور اپنے مقصد میں ناکام ہوکر جب واپس گئے اور سب حال سے اپنے ہمراہیوں کو آگاہ کیا۔ تو کوفہ بصرہ اور مصر تینوں علاقوں کے چند سربرآوردہ آدمی آخری کوشش کرنے کے لئے مدینہ آئے۔ اہلِ مصر عبداللہ بن سبا کی تعلیم کے ماتحت حضرت علی کو وصی رسول اللہ خیال کرتے تھے۔ اور اُن کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار نہ تھے۔ مگر اہلِ کوفہ اور اہلِ بصرہ گو فساد میں تو ان کے شریک تھے۔ مگر مذہباً ان کے ہمخیال نہ تھے اور اہلِ کوفہ زبیر ابن عوام اور اہلِ بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو اپنے اغراض کے لئے مفید سمجھتے تھے۔ اس اختلاف کے باعث ہر ایک قافلہ کے قائمقاموں نے الگ الگ اُن اشخاص کا رُخ کیا۔ جنکو وہ حضرت عثمان رضؓ کے بعد مسند

اہلِ مصر کا حضرت علی کے پاس جانا

خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ اہلِ مصر حضرت علی کے پاس گئے۔ وہ اس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے۔ اور ان کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے آپکے پاس پہنچکر عرض کیا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بد انتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں۔ ہم ان کے علیحدہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ آپ ان کے بعد اس عہدہ کو قبول کرینگے۔ انہوں نے اُن کی بات سنکر اس غیرت دینی سے کام لیکر جو آپ کے رتبہ کے آدمی کا حق تھا۔ ان لوگوں کو دھتکار دیا۔ اور بہت سختی سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر ذی المروہ اور ذوخشب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ پس خدا تمہارا برا کرے تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا۔ کہ بہت اچھا ہم واپس چلے جاوینگے اور یہ کہکر واپس چلے گئے

۱؎ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۵۶

اہل کوفہ کا حضرت زبیرؓ کے پاس جانا

اہلِ کوفہ حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور اُن سے عرض کیا۔ کہ آپ عہدہ خلافت کے خالی ہونے پر اُس عہدہ کو قبول کریں۔ اُنہوں نے بھی اُن سے حضرت علیؓ کا سا سلوک کیا۔ اور بہت سختی سے پیش آئے اور اپنے پاس سے دھتکار دیا اور کہا کہ سب مومن جانتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذوی المروہ اور ذوی الخشب اور اعوص پر ڈیرہ لگانے والے لشکر لعنتی ہونگے۔ اسی طرح اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے بھی اُن کو رد کر دیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور آپ کے ان پر لعنت کرنے سے ان کو آگاہ کر دیا۔[۱]

محمد بن ابی بکر کا والی مصر مقرر ہونا

جب یہ حال ان لوگوں نے دیکھا اور اس طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو آخر یہ تدبیر کی کہ اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور صرف یہ درخواست کی کہ بعض والی بدل دیئے جائیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کمال شفقت اور مہربانی سے ان کی اِس درخواست کو قبول کر لیا۔ اور ان لوگوں کی درخواست کے مطابق مصر کے والی عبداللہ بن ابی سرح کو بدل دیا۔ اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر دیا۔ اس پر یہ لوگ بظاہر خوش ہو کر واپس چلے گئے۔ اور اہل مدینہ خوش ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو ایک فساد عظیم سے بچا لیا۔ مگر جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ درست نہ تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کے ارادے اور ہی تھے اور ان کا کوئی کام شرارت اور فساد سے خالی نہ تھا۔

اختلاف روایات کی حقیقت

یاد رکھنا چاہئے کہ یہی وقت ہے جب سے روایات میں نہایت اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ اور جو واقعات میں نے بیان کئے ہیں۔ انکو مختلف راویوں نے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے حتیٰ کہ حق بالکل چھپ گیا ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو دھوکا لگ گیا ہے اور وہ اس تمام کارروائی میں یا صحابہ کو شریک سمجھنے لگے ہیں یا کم سے کم ان کو مفسدوں سے دلی ہمدردی رکھنے والا خیال کرتے ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا۔ جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو۔ اور یہ بات تاریخ کے لئے نہایت مضر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب سخت عداوت یا انتہا درجہ محبت کا دخل ہو۔ روایت کبھی بعینہ

[۱] طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۵۰

نہیں پہنچ سکتی اگر راوی جھوٹ سے کام نہ بھی لیں۔ تب بھی اُن کے خیالات کا رنگ ضرور چڑھ جاتا ہے۔ اور پھر تاریخ کے راویوں کے حالات ایسے ثابت شدہ نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کے رواۃ کے۔ اور گو مؤرخین نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ پھر بھی وہ حدیث کی طرح اپنی روایت کو روز روشن کی طرح ثابت نہیں کر سکتے۔ پس بہت احتیاط کی ضرورت ہے لیکن صحیح حالات معلوم کرنا ناممکن بھی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے ایسے راستے کھلے رکھے ہیں۔ جن سے صحیح واقعات کو خوب عمدگی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے راوی بھی موجود ہیں جو بالکل بے تعلق ہونے کی وجہ سے واقعات کو کماحقہ بیان کرتے ہیں اور تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّین اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحت معلوم کرنے کے لئے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے۔ کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ غلط اور صحیح واقعات میں تمیز کرنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی کارآمد مددگار ہے۔

تاریخ کی تصحیح کا زرّین اصل

غرض اس زمانہ کے صحیح واقعات کے معلوم کرنے کے لئے احتیاط کی ضرورت ہے اور جرح و تعدیل کی حاجت ہے۔ سلسلہ واقعات کو مدّ نظر رکھنے کے بغیر کسی زمانہ کی تاریخ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ مگر اس زمانہ کی تاریخ تو خصوصاً معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور یورپین مصنفین نے اسی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر اس زمانہ کی تاریخ کو ایسا بگاڑا ہے کہ ایک مسلمان کا دل اگر وہ غیرت رکھتا ہو ان واقعات کو پڑھ کر جلتا ہے۔ اور بہت سے کمزور ایمان کے آدمی تو اسلام سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ افسوس یہ ہے۔ کہ خود بعض مسلمان مؤرخین نے بھی بے احتیاطی سے اس مقام پر ٹھوکر کھائی ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث بن گئے ہیں۔

میں اس مختصر وقت میں پوری طرح ان غلطیوں پر تو بحث نہیں کر سکتا۔ جس میں یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن میں اختصار کے ساتھ وہ صحیح حالات آپ لوگوں کے سامنے بیان کر دونگا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضہ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے۔ بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلےٰ اخلاق کا مظہر تھا۔ اور ان کا قدم نیکی کے اعلےٰ مقام پر قائم تھا۔

حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کی بریت

میں بتا چکا ہوں کہ مفسد لوگ بہ ظاہر رضامندی کا اظہار کر کے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے کوفہ کے لوگ کوفہ کی طرف۔ بصرہ کے لوگ بصرہ کی طرف اور مصر کے لوگ مصر کی طرف۔ اور اہلِ مدینہ امن وامان کی صورت دیکھ کر اور ان کے لوٹنے پر مطمئن ہو کر اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے۔ لیکن ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایسے وقت میں جبکہ اہلِ مدینہ یا تو اپنے کاموں میں مشغول تھے یا اپنے گھروں میں یا مساجد میں بیٹھے تھے۔ اور ان کو کسی قسم کا خیال بھی نہ تھا کہ کوئی دشمن مدینہ پر چڑھائی کرنیوالا ہے۔ اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہوا۔ اور مسجد اور حضرت عثمان رض کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور تمام مدینہ کی گلیوں میں منادی کرادی گئی۔ کہ جس کسی کو اپنی جان کی ضرورت ہو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہے اور ہم سے برسرپیکار نہ ہو۔ ورنہ خیر نہ ہوگی۔ ان لوگوں کی آمد ایسی اچانک تھی کہ اہلِ مدینہ مقابلہ کے لئے کوئی کوشش نہ کر سکے حضرت امام حسن رض بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شور ہوا اور مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کی آواز بلند ہونے لگی (یہ مسلمانوں کا نعرہ جنگ تھا) ہم سب حیران ہوئے۔ اور دیکھنا شروع کیا کہ اس کا باعث کیا ہے۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا۔ اور دیکھنے لگا۔ اتنے میں اچانک یہ لوگ مسجد میں گھس آئے اور مسجد پر بھی اور آس پاس کی گلیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

(باغیوں کا دوبارہ مدینہ میں داخل ہونا)

ان کے اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ صحابہ اور اہلِ مدینہ کی طاقت منتشر ہو گئی۔ اور وہ ان سے لڑ نہ سکے۔ اور ان کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ شہر کے تمام ناکوں اور مسجد پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب دو ہی راستہ کھلے تھے۔ ایک تو یہ کہ باہر سے مدد آوے اور دوسرا یہ کہ اہلِ مدینہ کسی جگہ پر جمع ہوں۔ اور پھر کسی انتظام کے ماتحت ان سے مقابلہ کریں۔

امرِ اوّل کے متعلق ان کو اطمینان تھا کہ حضرت عثمان رض ایسا نہیں کرینگے۔ کیونکہ ان کا رحم اور ان کی حسن ظنی بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ ان لوگوں کی شرارت کی ہمیشہ تاویل کر لیتے تھے اور امرِ دوم کے متعلق انہوں نے یہ انتظام کر لیا کہ مدینہ کی گلیوں میں اور اُس کے دروازہ پر پہرہ لگا دیا اور حکم دیدیا کہ کسی جگہ اجتماع نہ ہونے پائے۔ جہاں کچھ لوگ جمع ہوتے۔ یہ ان کو منتشر کر دیتے ہاں یوں آپس میں بولنے چالنے سے یا اکّے دُکّے کو میل ملاقات سے نہ روکتے تھے۔

اہل مدینہ کا باغیوں کو سمجھانا

جب اہل مدینہ کی حیرت ذرا کم ہوئی تو ان میں سے بعض نے مسجد کے پاس آکر جہاں اُن کا مرکز تھا۔ ان کو سمجھانا شروع کیا۔ اور ان کی اس حرکت پر اظہار ناراضگی کیا مگر ان لوگوں نے بجائے ان کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور صاف کہدیا کہ اگر وہ خاموش نہ رہینگے۔ تو ان کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ اور یہ لوگ ان سے بری طرح پیش[1] آویں گے۔

باغیوں کا مدینہ پر تسلط قائم کرنا

اب گویا مدینہ دار الخلافت نہیں رہا تھا۔ خلیفہ وقت کی حکومت کو موقوف کر دیا گیا تھا۔ اور چند مفسد اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور دیگر اہل مدینہ کیا۔ سب کو اپنی عزتوں کا بچانا مشکل ہوگیا تھا۔ اور بعض لوگوں نے تو اس فتنہ کو دیکھ کر اپنے گھروں سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ رات دن گھروں میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور اس پر انگشت بدنداں تھے۔ چونکہ یہ لوگ پچھلی دفعہ اپنی تسلی کا اظہار کرکے گئے تھے۔ اور آیندہ کے لئے ان کو کوئی اور شکایت باقی نہ تھی۔ صحابہ حیرت میں تھے۔ کہ آخر ان کے لوٹنے کا باعث کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کی تو ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہ تھی۔ چند اکابر صحابہ جن کے نام کی یہ لوگ پناہ لیتے تھے اور جن سے محبت کا دعوٰے کرتے تھے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آخر تمہارے اس لوٹنے کی وجہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ رضؓ حضرت زبیر رضؓ نے ان لوگوں سے اُن کی واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا۔ کہ ہم تسلی اور تشفی سے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ صدقہ کے ایک اونٹ پر سوار ہے۔ اور کبھی ہمارے سامنے آتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ہمارے بعض آدمیوں نے جب اسے دیکھا تو انہیں شک ہوا اور انہوں نے اس کو جا پکڑا۔ جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ کیا تیرے پاس کوئی خط ہے تو اس نے انکار کیا۔ اور جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ تو کس کام کو جاتا ہے۔ تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ اس پر ان لوگوں کو اور زیادہ شک ہوا۔ آخر اس کی تلاشی لی گئی اور اس کے پاس سے ایک خط نکلا۔ جو حضرت عثمان رضؓ کا لکھا ہوا تھا۔ اور اس میں والئی مصر کو ہدایت

اکابر صحابہ کا باغیوں سے واپسی کی وجہ دریافت کرنا

[1] طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۶۳

کی گئی تھی کہ جس وقت مصر کے مفسد واپس لوٹیں۔ ان میں سے فلاں فلاں کو قتل کر دینا اور فلاں فلاں کو کوڑے اور اُن کے سر اور ڈاڑھیاں منڈا دینا اور جو خط ان کی معرفت تمہارے معزول کئے جانے کے متعلق لکھا ہے اس کو باطل سمجھنا یہ خط جب ہم نے دیکھا تو ہمیں سخت حیرت ہوئی اور ہم لوگ فوراً واپس لوٹے۔ حضرت علی رضہ نے یہ بات سُنکر فوراً ان سے کہا کہ یہ بات تو مدینہ میں بنائی گئی ہے کیونکہ اے اہل کوفہ اور اے اہل بصرہ تم لوگوں کو کیونکر معلوم ہوا کہ اہل مصر نے کوئی ایسا خط پکڑا ہے۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے کئی منزل کے فاصلہ پر تھے اور پھر یہ کیونکر ہوا کہ تم لوگ اس قدر جلد واپس بھی آگئے اس اعتراض کا جواب نہ وہ لوگ دے سکتے تھے اور نہ اس کا کوئی جواب تھا۔ پس انہوں نے یہی جواب دیا کہ جو مرضی آئے کہو اور جو چاہو ہماری نسبت خیال کرو۔ ہم اس آدمی کی خلافت کو پسند نہیں کرتے۔ اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائے۔ محمد بن مسلمہ رضہ جو اکابر صحابہ میں سے تھے اور جماعت انصار میں سے تھے کعب بن اشرف جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اور یہود میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب اس کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں اور مسلمانوں کی تکلیف کی کوئی حد نہ رہی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت انہوں نے اسکو قتل کر کے اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت کی تھی۔ انہوں بھی جب یہ واقعہ سنا۔ تو یہی جرح کی اور صاف کہدیا کہ یہ صرف ایک فریب ہے۔ جو تم نے کیا ہے۔

حضرت عثمان کا باغیوں کیلئے الزام سے بریت ثابت کرنا

گو صحابہ نے ان کی اس بات کو عقلاً رد کر دیا مگر ان لوگوں کی دلیری اب حد سے بڑھ گئی تھی باوجود اس ذلت کے جو ان کو پہنچی تھی۔ انہوں نے خود حضرت عثمان رضہ کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا۔ اور آپ سے اس کا جواب مانگا۔ اس وقت بہت سے اکابر صحابہ بھی آپ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو جواب دیا کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی امر کے فیصلہ کے دو ہی طریق ہیں یا تو یہ کہ مدعی اپنے دعوے کی تائید میں دو گواہ پیش کرے یا یہ کہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے۔ پس تم پر فرض ہے کہ تم دو گواہ اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرو

ورنہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ نہ ہی میں نے یہ لکھا ہے۔ نہ میرے مشورہ سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ اور نہ ہی لکھوایا ہے نہ مجھے علم ہے کہ یہ خط کس نے لکھا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ تم لوگ جانتے ہو۔ کہ کبھی خط جھوٹے بھی بنا لئے جاتے ہیں۔ اور انگوٹھیوں جیسی اور انگوٹھیاں بنائی جاسکتی ہیں۔ جب صحابہ نے آپ کا یہ جواب سنا۔ تو انہوں نے حضرت عثمان رضؓ کی تصدیق کی۔ اور آپ کو اس الزام سے بری قرار دیا۔ مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور ہوتا بھی کیوں کر انہوں نے تو خود وہ خط بنایا تھا۔ سوتے ہوئے آدمی کو تو آدمی جگا سکتا ہے جو جاگتا ہو اور ظاہر کرے۔ کہ سو رہا ہے اُسے کون جگائے۔ ان لوگوں کے سردار تو خوب سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا اپنا فریب ہے۔ وہ ان جوابات کی صحت یا معقولیت پر کب غور کر سکتے تھے۔ اور ان کے اتباع ان کے غلام بن چکے تھے جو کچھ وہ کہتے تھے۔ وہ سنتے تھے۔ اور جو کچھ وہ بتاتے تھے۔ اُسے تسلیم کرتے تھے۔

باغیوں کے منصوبہ کی اصلیت

ان لوگوں پر نہ تو اثر ہو سکتا تھا نہ ہوا۔ مگر آنکھوں والے کے لئے حضرت عثمان رضؓ کے جواب میں ایک عجیب سبق ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کا جواب شرم و حیا کی صفات حسنہ سے ایسا متصف ہے کہ اس سے ان مفسدوں کی بےحیائی اور وقاحت اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جبکہ وہ مفسد ایک جھوٹا خط بنا کر حضرت عثمان رضؓ پر فریب اور دھوکے کا الزام لگاتے ہیں اور جبکہ حضرت علی رضؓ اور محمد بن مسلمہ رضؓ واقعات سے نتیجہ نکال کر ان لوگوں پر صاف صاف دھوکے کا الزام لگاتے ہیں خود حضرت عثمان رضؓ جن پر الزام لگایا گیا ہے۔ اور جن کے خلاف یہ منصوبہ کھڑا کیا گیا ہے اپنے آپ سے تو الزام کو دفع کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں فرماتے کہ تم نے یہ خط بنایا ہے۔ بلکہ ان کی غلطی پر بھی پردہ ڈالتے ہیں اور صرف اسیقدر فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ خط خط سے مل جاتا ہے۔ اور انگوٹھی کی نقل بنائی جاسکتی ہے۔ اور اونٹ بھی چرایا جاسکتا ہے۔

بعض لوگ جو حضرت عثمان رضؓ کو بھی اس الزام سے بری سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کی نسبت

بھی حسن ظنی سے کام لینا چاہتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ یہ خط مروان نے لکھ کر بطور خود بھیجدیا ہوگا۔ مگر میرے نزدیک یہ خیال بالکل غلط ہے واقعات صاف بتاتے ہیں کہ یہ خط انہی مفسدوں نے بنایا ہے نہ کہ مروان یا کسی اور شخص نے اور یہ خیال کہ اگر انہوں نے بنایا ہوتا تو حضرت عثمان رض کا غلام اور صدقہ کا اونٹ ان کے ہاتھ کہاں سے آتا اور حضرت عثمان رض کے کاتب کا خط انہوں نے کس طرح بنا لیا اور حضرت عثمان رض کی انگوٹھی کی مہر اس پر کیونکر لگادی ایک غلط خیال ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اس کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ یہ خط انہیں لوگوں نے بنایا تھا۔ گو واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی قرین قیاس ہے کہ یہ فریب صرف چند اکابر کا کام تھا۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ صرف عبداللہ بن سبا اور اُن کے چند خاص شاگردوں کا کام ہو۔ اور دوسرے لوگوں کو خواہ وہ سردار لشکر ہی کیوں نہ ہو اس کا علم نہ ہو۔ اس امر کا ثبوت کہ یہ کارروائی انہیں لوگوں میں سے بعض لوگوں کی تھی یہ ہے۔

خط والے منصوبے کے ثبوت میں سات دلائل

اول ان لوگوں کی نسبت اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ اپنے مدعا کے حصول کے لئے یہ لوگ جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کے مقابلہ میں انہوں نے جھوٹ سے کام لیا۔ اسیطرح مختلف ولایات کے متعلق جھوٹی شکایات مشہور کیں جن کی تحقیق اکابر صحابہ نے کی اور ان کو غلط پایا پس جبکہ ان لوگوں کی نسبت ثابت ہو چکا ہو کہ جھوٹ سے ان کو پرہیز نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس امر میں ان کو ملزم نہ قرار دیا جاوے۔ اور ایسے لوگوں پر الزام لگایا جاوے جن کا جھوٹ ثابت نہیں۔

دوئم جیسا کہ حضرت علی رض اور محمد بن مسلمہ رض نے اعتراض کیا ہے۔ ان لوگوں کا ایسی جلدی واپس آجانا اور ایک وقت میں مدینہ میں داخل ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ یہ ایک سازش تھی۔ کیونکہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اہل مصر بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بویب مقام پر اس قاصد کو جو ان کے بیان کے مطابق حضرت عثمان رض کا خط والئی مصر کی طرف لے جا رہا تھا۔ پکڑا تھا۔ بویب مدینہ سے کم سے کم چھ منزل پر واقع ہے۔ اور اس جگہ واقع ہے جہاں سے مصر کا رستہ شروع ہوتا ہے۔ جب اہل مصر اس جگہ تک پہنچ گئے تھے تو اہل کوفہ

اور اہل بصرہ بھی قریباً بالمقابل جہات پر چھ چھ منزل طے کر چکے ہونگے اور اس طرح اہل مصر سے جو کچھ واقعہ ہوا اس کی اطلاع دونوں قافلوں کو کم سے کم بارہ تیرہ دن میں مل سکتی تھی اور اُن کے آنے جانے کے دن شامل کر کے قریباً چوبیس دن میں یہ لوگ مدینہ پہنچ سکتے تھے۔ مگر یہ لوگ اس عرصہ سے بہت کم عرصہ میں واپس آ گئے تھے پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے رخصت ہونے سے پہلے ہی ان لوگوں نے آپس میں منصوبہ کر لیا تھا۔ کہ فلاں تاریخ کو سب قافلے واپس مدینہ لوٹیں اور یکدم مدینہ پر قبضہ کر لیں اور چونکہ مصری قافلہ کے ساتھ عبداللہ بن سبا تھا اور وہ نہایت ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے ایک طرف تو یہ دیکھا کہ لوگ ان سے سوال کرینگے کہ تم بلا وجہ لوٹے کیوں ہو اور دوسری طرف اسکو یہ بھی خیال تھا کہ خود اس کے ساتھیوں کے دل میں بھی یہ بات کھٹکے گی کہ فیصلہ کے بعد نقض عہد کیوں کیا گیا ہو۔ اس لئے اس نے جعلی خط بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کی عقلوں پر پردہ ڈالدیا اور غیظ و غضب کی آگ کو ان کے دلوں میں اور بھی بھڑکایا اور صدقہ کے اونٹ کا چرا لینا اور کسی غلام کو رشوت دے کر ساتھ ملا لینا کوئی مشکل بات نہیں۔

سوئم۔ اس خط کے پکڑنے کا واقعہ جس طرح بیان کیا جاتا ہو۔ وہ خود غیر طبعی ہے کیونکہ اگر حضرت عثمان رض نے یا مروان نے کوئی ایسا خط بھیجا ہوتا۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ غلام کبھی اُن کے سامنے آتا۔ کبھی چھپ جاتا۔ یہ حرکت تو وہی شخص کر سکتا ہے جو خود اپنے آپ کو پکڑوانا چاہے اس غلام کو تو بقول ان لوگوں کے یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس قافلہ سے پہلے مصر پہنچ جائے۔ پھر بویب مقام پر جو مصر کا دروازہ ہو اس شخص کا ان کے ساتھ ساتھ جانا کیونکر خیال میں آ سکتا ہو قافلہ اور ایک آدمی کے سفر میں بہت فرق ہوتا ہے ایک آدمی جس سرعت سے سفر کر سکتا ہے قافلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قافلہ کی حوائج بہت زیادہ ہوتی ہیں اور سب قافلہ کی سواریاں ایک جیسی تیز نہیں ہوتیں۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ بویب تک قافلہ پہنچ جاتا اور وہ پیغامبر ابھی قافلہ کے ساتھ ہی ہوتا۔ اُس وقت تو اسے اپنے منزل مقصود کے قریب ہونا چاہیے تھا۔ جو حالت وہ اس پیغامبر کی بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک جاسوس کی نسبت تو منسوب کی جا سکتی ہے۔ پیغامبر کی نسبت منسوب نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح

جب اس پیغامبر کو پکڑ لگیا - تو جو سوال و جواب اس سے ہوئے وہ بھی بالکل غیر طبعی ہیں - کیونکہ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ پیغام بر ہے - لیکن نہ اُسے کوئی خط دیا گیا ہے - اور نہ اُسے کوئی زبانی پیغام دیا گیا ہے - یہ جواب سوائے اس شخص کے کون دے سکتا ہے - جو یا تو پاگل ہو یا خود اپنے آپ کو شک میں ڈالنا چاہتا ہو - اگر واقعہ میں وہ شخص پیغامبر ہوتا تو اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ کہتا کہ میں حضرت عثمان رض یا کسی اور کا بھیجا ہوا ہوں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا - کہ وہ سچ کا بڑا پابند تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس خط تھا - مگر اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں پس ان لوگوں کی روایت کے مطابق اس پیغامبر نے جھوٹ تو ضرور بولا پس سوال یہ ہو کہ اُس نے وہ جھوٹ کیوں بولا جس سے وہ صاف طور پر پکڑا جاتا تھا - وہ جھوٹ کیوں نہ بولا جو ایسے موقعہ پر اس کو گرفتاری سے بچا سکتا تھا غرض یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ خط اور خط لے جانے والے کا واقعہ شروع سے آخر تک فریب تھا - انہی مفسدوں میں سے کسی نے (زیادہ تر گمان یہ ہی کہ عبداللہ بن سبا نے ایک جعلی خط بنا کر ایک شخص کو دیا ہے کہ وہ اسے لیکر قافلہ کے پاس سے گذرے لیکن چونکہ ایک آیا اور استہ پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھ کر پکڑ لینا قرین قیاس نہ تھا - اور اس خط کا بنانے والا چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے اس واقعہ کو دوسرے کے ہاتھ سے پورا کروائے اس لئے اس نے اس قاصد کو ہدایت کی کہ وہ اس طرح قافلہ کے ساتھ چلے کہ لوگوں کے دلوں میں شک پیدا ہو اور جب وہ اس شک کو دور کرنے کے لئے سوال کریں - تو ایسے جواب دے کہ شک اور زیادہ ہو تاکہ عامۃ الناس خود اس کی تلاشی کریں اور خط اس کے پاس دیکھ کر ان کو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمان رضؓ نے ان سے فریب کیا ہے -

چہارم اس خط کا مضمون بھی بتاتا ہے کہ وہ خط جعلی ہے - اور کسی واقف کار مسلمان کا بنایا ہوا نہیں - کیونکہ بعض روایات میں اس کا یہ مضمون بتایا گیا ہو کہ فلاں فلاں کی ڈاڑھی منڈوائی جاوے حالانکہ ڈاڑھی منڈوانا اسلام کی رو سے منع ہے اور اسلامی حکومتوں میں سزا صرف وہی دی جا سکتی تھی جو مطابق اسلام ہو - یہ ہرگز جائز نہ تھا - کہ کسی شخص کو سزا کے طور پر سؤر کھلایا جاوے - یا شراب پلائی جاوے یا ڈاڑھی منڈوائی جاوے - کیونکہ یہ ممنوع امر

ہے سزا صرف قتل یا ضرب یا جرمانہ یا نفی عن الارض کی اسلام سے ثابت ہی خواہ نفی بصورت جلا وطنی ہو یا بصورت قید اس کے سوائے کوئی سزا اسلام سے ثابت نہیں اور نہ ائمہ اسلام نے کبھی ایسی سزا دی نہ خود حضرت عثمان رضؓ یا ان کے عمال نے کبھی کوئی ایسی سزا دی پس ایسی سزا کا اس خط میں تحریر ہونا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ یہ خط کسی ایسے شخص نے بنایا تھا۔ جو مغز اسلام سے واقف نہ تھا۔

۳۔ نجم اس خط سے پہلے کے واقعات بھی اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ یہ خط حضرت عثمان رضؓ یا ان کے سکرٹری کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ نے ان لوگوں کو سزا دینے میں بہت ڈھیل سے کام لیا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو جسوقت یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے اسیوقت ان کو قتل کر دیتے۔ اگر اس دفعہ انہوں نے چھوڑ دیا تھا تو دوسری دفعہ آنے پر تو ضرور ہی ان سرغنوں کو گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کھلی کھلی سرکشی کر چکے تھے اور صحابہ ان سے لڑنے پر آمادہ تھے۔ مگر اس وقت ان سے نرمی کر کے مصر کے والی کو خط لکھنا کہ ان کو سزا دے ایک بعید از عقل خیال ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عثمان رضؓ کی نرمی کو دیکھکر مروان نے ایسا خط لکھ دیا۔ کیونکہ مروان یہ خوب جانتا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ حدود کے قیام میں بہت سخت ہیں۔ وہ ایسا خط لکھکر سزا سے محفوظ رہنے کا خیال ایک منٹ کے لئے بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ پھر اگر وہ ایسا خط لکھتا بھی تو کیوں صرف مصر کے والی کے نام لکھتا کیوں بصرہ اور کوفہ کے والیوں کے نام بھی وہ ایسے خطوط لکھدیتا جس سے سب دشمنوں کا ایک دفعہ ہی فیصلہ ہو جاتا صرف مصر کے والی کے نام ہی خط لکھا جانا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ کوفہ اور بصرہ کے قافلوں میں کوئی عبداللہ بن سبا جیسا چالباز آدمی نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ شائد ان دونوں علاقوں کے والیوں کے نام بھی ایسے ہی احکام جاری کئے ہونگے۔ مگر ان کے لیجانیوالے پکڑے نہیں گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہی کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ اگر عبداللہ بن عامر پر یہ الزام لگا دیا جاوے کہ وہ حضرت عثمان رضؓ کا رشتہ دار ہونے کے سبب خاموش رہا۔ تو حضرت ابو موسے اشعری جو اکابر صحابہ میں سے تھا اور جن کے کامل الایمان ہونے کا ذکر خود قرآن شریف میں آتا ہی۔ اور جو اسوقت کوفہ کے

والی تھے وہ کبھی نہ خاموش رہتے اور ضروریات کو کھول دیتے۔ پس حق یہی ہو کہ یہ خط جعلی تھا اور مصری قافلہ میں سے کسی نے بنایا تھا۔ اور چونکہ مصری قافلہ کے سوا دوسرے قافلوں میں کوئی شخص نہ اس قسم کی کارروائی کرنے کا اہل تھا اور نہ اس قدر عرصہ میں متعدد اونٹ بیت المال کے چرائے جاسکتے تھے اور نہ ہی اس قدر غلام قابو کئے جا سکتے تھے۔ اس لئے دوسروں علاقوں کے والیوں کے نام کے خطوط نہ بنائے گئے۔

ششم۔ سب سے زیادہ اس خط پر روشنی وہ غلام ڈال سکتا تھا۔ جس کی نسبت ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ خط لے گیا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت عثمان رضؓ نے گواہوں کا مطالبہ کیا ہے۔ اس غلام کو پیش نہیں کیا گیا۔ اور نہ بعد کے واقعات میں اس کا کوئی ذکر آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کا پیش کیا جانا ان لوگوں کے مفاد کے خلاف تھا شائد ڈرتے ہوں کہ وہ صحابہ کے سامنے آکر اصل واقعات کو ظاہر کر دیگا۔ پس اس کا چھپا دینا بھی اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ خط کے بنانے والا یہ مفسد گروہ ہی تھا۔

ہفتم۔ ایک نہایت زبردست ثبوت اس بات کا کہ ان لوگوں نے یہ خط بنایا تھا یہ ہے کہ یہ پہلا خط نہیں۔ جو انہوں نے بنایا ہے۔ بلکہ اس کے سوا اسی فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے اور کئی خطوط انہوں نے بنائے ہیں پس اس خط کا بنانا بھی نہ ان کے لئے مشکل تھا۔ اور نہ اس واقعہ کی موجودگی میں کسی اور شخص کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ وہ خط جو یہ پہلے بناتے رہے ہیں حضرت علی رضؓ کے بدنام کرنے کے لئے تھے۔ اور ان میں اس قسم کا مضمون ہوتا تھا۔ کہ تم لوگ حضرت عثمان رضؓ کے خلاف جوش بھڑکاؤ۔ ان خطوط کے ذریعے عوام الناس کا جوش بھڑکایا جاتا تھا اور وہ حضرت علی رضؓ کی تصدیق دیکھکر عبداللہ بن سبا کی باتوں میں پھنس جاتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خطوط کا مضمون بہت مخفی رکھنے کا حکم تھا تاکہ حضرت علی رضؓ کو معلوم نہ ہو جائے اور وہ ان کی تردید نہ کر دیں اور مخفی رکھنے کی تاکید کی وجہ بھی بانیانِ فساد کے پاس معقول تھی یعنی اگر یہ خط ظاہر ہو نگے تو حضرت علی رضؓ مشکلات میں پڑ جاوینگے اس طرح لوگ حضرت علی کی خاطر سے ان خطوط کے مضمون کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے اور بات کے مخفی رہنے کی وجہ سے بانیانِ فساد کا جھوٹ کھلتا بھی نہ تھا۔ لیکن جھوٹ آخر زیادہ دیر تک

چھپا نہیں رہتا۔ خصوصاً جبکہ سینکڑوں کو اس سے واقف کیا جاوے۔ جب حضرت عثمان رضہ کے نام پر لکھا ہوا خط پکڑا گیا اور عام اہل قافلہ نہایت غصہ سے واپس ہوئے۔ تو ان میں سے ایک جماعت حضرت علی رضہ کے پاس گئی اور ان سے مدد کی درخواست کی حضرت علی تو تمام واقعہ کو سنکر ہی اس کے جھوٹا ہونے پر آگاہ ہو چکے تھے اور اپنی خداداد فراست سے اہل مصر کا فریب ان پر کھل چکا تھا۔ آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں ایسے کام میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا اس وقت جوش کی حالت میں ان میں سے بعض سے احتیاط نہ ہو سکی اور بے اختیار بول اٹھے کہ پھر آپ ہم سے خط و کتابت کیوں کرتے تھے حضرت علی رضہ کے لئے یہ ایک نہایت حیرت انگیز بات تھی۔ آپ نے اس سے صاف انکار کیا اور بیعلمی ظاہر کی اور فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی قسم ہے میں نے کبھی کوئی خط آپ لوگوں کی طرف نہیں لکھا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی سخت حیرت ہوئی کیونکہ درحقیقت خود ان کو بھی دھوکا دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا اور دریافت کیا۔ کہ کیا اس شخص کے لئے تم غضب ظاہر کرتے ہو۔ اور لڑتے ہو۔ یعنی یہ شخص تو ایسا بزدل ہے کہ سب کچھ کرا کر موقعہ پر اپنے آپ کو بالکل بری ظاہر کرتا ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بعض ایسے آدمی موجود تھے۔ جو جعلی خطوط بنانے میں مہارت رکھتے تھے اور یہ بھی کہ ایسے آدمی مصریوں میں موجود تھے۔ کیونکہ حضرت علی کے نام پر خطوط صرف مصریوں کی طرف لکھے جا سکتے تھے جو حضرت علی کی محبت کے دعوے دار تھے۔ پس اس خط کا جو حضرت عثمان رضہ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا مصری قافلہ میں پکڑا جانا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اس کا لکھنے والا مدینہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ مصری قافلہ کا ہی ایک فرد تھا۔

خط کا واقعہ چونکہ حضرت عثمان رضہ کے خلاف الزام لگانیوالوں کے نزدیک سب سے اہم واقعہ ہے۔ اس لئے میں نے اسپر تفصیلاً اپنی تحقیق بیان کر دی ہے اور گو اس واقعہ پر اور بسط سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔

ملہ طبری صہ ۲۹۶۵

اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہ خط ایک جعلی اور بناوٹی خط تھا اور یہ کہ اس خط کے بنانے والے عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی تھے نہ کہ مروان یا کوئی اور شخص (حضرت عثمان رضؓ کی ذات تو اس سے بہت ارفع ہے) کافی ہے۔

مفسدوں کی اہل مدینہ پر زیادتیاں

اب میں پھر سلسلۂ واقعات کی طرف لوٹتا ہوں اس جعلی خط کے زور پر اور اچانک مدینہ پر قبضہ کر لینے کے گھمنڈ پر ان مفسدوں نے خوب زیادتیاں شروع کیں ایک طرف تو حضرت عثمان رض پر زور دیا جاتا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ دوسری طرف اہل مدینہ کو تنگ کیا جاتا۔ کہ وہ حضرت عثمان رض کی مدد کے لئے کوششیں نہ کریں اہل مدینہ بالکل بے بس تھے دو تین ہزار مسلح فوج جو شہر کے راستوں اور چوکوں۔ اور دروازوں کی ناکہ بندی کئے ہوئے تھے۔ اس کا مقابلہ یوں بھی آسان نہ تھا۔ مگر اس صورت میں کہ وہ چند آدمیوں کو بھی اکٹھا ہونے نہ دیتے تھے اور دو دو چار چار آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکن تھا۔ باغی فوج کے مقابلہ کا خیال بھی دل میں لانا محال تھا۔ اور اگر بعض من چلے جنگ پر آمادہ بھی ہوتے تو سوائے ہلاکت کے اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا۔ مسجد ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگ جمع ہو سکتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کا بھی انتظام کر لیا تھا اور وہ یہ کہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو اس طرح ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے کہ وہ کچھ نہ کر سکتے۔

حضرت عثمان کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

باوجود اس شور و فساد کے حضرت عثمان رض نماز پڑھانے کے لئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے اور یہ لوگ بھی آپ سے اس معاملہ میں تعرض نہ کرتے اور امامت نماز سے نہ روکتے حتیٰ کہ ان لوگوں کے مدینہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سب سے پہلا جمعہ آیا حضرت عثمان رضؓ نے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تمام اہل مدینہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ پس توبہ کرو۔ اور اپنے گناہوں کو نیکیوں کے

ذریعہ سے مٹاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں کے سوائے کسی اور چیز سے نہیں مٹاتا۔ اسپر محمد بن مسلمہ رضہ انصاری کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عثمان رضہ پر تو ہمارے ساتھی بدظن ہیں۔ لیکن صحابہ نے اگر آپ کی تصدیق کرنی شروع کی اور ہماری جماعت کو معلوم ہوا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری نسبت خاص طور پر پیشگوئی فرمائی تھی تو عوام شائد ہمارا ساتھ چھوڑ دیں اس لئے انہوں نے اِس سلسلہ کو روکنا شروع کیا۔ اور محمد بن مسلمہ رضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابی کو جو تائیدِ خلافت کے لئے نہ کسی فتنہ کے برپا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ حکیم بن جبلہ ڈاکو نے جس کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں جبرًا پکڑ کر بٹھا دیا اسپر زید بن ثابت رضہ جن کو قرآن کریم کی جمع کی عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی تھی۔ تصدیق کے لئے کھڑے ہوئے۔ مگر ان کو بھی ایک اور شخص نے بٹھا دیا اس کے بعد اس محبت اسلام کا دعویٰ کرنیوالی جماعت کے ایک فرد نے حضرت عثمان رضہ کے ہاتھ سے وہ عصا جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ ایسا ہی کرتے رہے چھین لیا اور اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس یادگار کو جو امت اسلام کے لئے ہزاروں برکتوں کا موجب تھی اپنے گھٹنوں پر رکھ کر توڑ دیا۔ عثمان رضہ سے ان کو نفرت سہی خلافت سے ان کو عداوت یہی مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تو ان کو محبت کا دعوےٰ تھا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس یادگار کو اس بے ادبی کے ساتھ توڑ دینے کی ان کو کیوں کر جرأت ہوئی۔ یورپ آج دہریت کی انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہے مگر یہ احساس اس میں بھی باقی ہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی قدر کرے۔ مگر ان لوگوں نے باوجود دعوائے اسلام کے رسول کریم صلعم کے عصائے مبارک کو توڑ کر پھینکدیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نصرت کا جوش صرف دکھاوے کا تھا ورنہ اس گروہ کے سردار اسلام سے ایسے ہی دور تھے جیسے کہ آج اسلام کے سب سے بڑے دشمن

مفسدوں کا عصائے نبوی کو توڑنا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عصا توڑ کر بھی ان لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی اور انہوں نے اس مسجد میں جس کی بنیاد محمد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور

مفسدوں کا مسجد نبوی میں کنکر برسانا اور حضرت عثمان رض کو زخمی کرنا

جس کی تعمیر نہایت مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ کنکروں کا مینہہ برسانا شروع کیا اور کنکر مار مار کر صحابہ کرام اور اہلِ مدینہ کو مسجد نبوی سے باہر نکالدیا اور حضرت عثمان پر اس قدر کنکر برسائے گئے کہ آپ بیہوش ہو کر ممبر پر سے گر گئے اور چند آدمی آپ کو اُٹھا کر گھر چھوڑ آئے

یہ اس محبت کا نمونہ تھا جو ان لوگوں کو اسلام اور حاملانِ شریعت اسلام سے تھی اور یہ وہ اخلاق فاضلہ تھے جن کو یہ لوگ حضرت عثمان رض کو خلافت سے علیحدہ کر کے عالم اسلامی میں جاری کرنا چاہتے تھے اس واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان رض کے مقابلہ میں کھڑی ہونے والی جماعت صحابہ سے کوئی تعلق رکھتی تھی یا یہ کہ فی الواقع حضرت عثمان رض کی بعض کارروائیوں سے وہ شورش کرنے پر مجبور ہوئے تھے یا یہ کہ حمیت اسلامیہ ان کے غیظ و غضب کا باعث تھی۔ اِن کی بدعملیاں اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ نہ اسلام سے ان کو کوئی تعلق تھا نہ دین سے ان کو کوئی محبت تھی۔ نہ صحابہ سے ان کو کوئی اُنس تھا وہ اپنی مخفی اغراض کے پورا کرنے کے لئے ملک کے امن وامان کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو رہے تھے اور اسلام کے قلعہ میں نقب زنی کرنی کی کوشش کر رہے تھے۔ اس واقعہ ہائلہ کے بعد صحابہ اور اہلِ مدینہ نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس سے بھی زیادہ بغض بھرا ہوا ہے جس قدر کہ یہ ظاہر کرتے ہیں گو وہ کچھ کر نہیں سکتے مگر بعض صحابہ جو اس حالت سے موت کو بہتر سمجھتے تھے

صحابہ کی مفسدوں کے خلاف جنگ پر آمادگی

اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو جاوے ہم ان سے جنگ کرینگے۔ اس دو تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں چار پانچ آدمیوں کا لڑنا دنیاداروں کی نظروں میں شائد جنوں معلوم ہو۔ لیکن جن لوگوں نے کہ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہوا تھا۔ انہیں اسکی حمایت میں لڑنا کچھ بھی دوبھر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ان لڑائی پر آمادہ ہو جانیوالوں میں مفصلہ ذیل صحابہ بھی شامل تھے سعد بن مالک رض حضرت ابوہریرہ رض۔ زید بن ثابت رض اور حضرت امام حسن رض۔ جب حضرت عثمان رض کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فوراً ان کو کہلا بھیجا۔ کہ ہرگز ان لوگوں سے نہ لڑیں۔ اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں۔

حضرت عثمان رض کی محبت جو آپ کو صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے تھی اس نے بیشک اس لڑائی کو جو چند جان فروش صحابہ اور اس دو تین ہزار کے باغی

لشکر کے درمیان ہونیوالی تھی روک دیا۔ مگر اس واقعہ سے یہ بات ہمیں خوب اچھی طرح سے معلوم ہو جاتی ہے کہ صحابہ میں ان لوگوں کی شرارتوں پر کس قدر جوش پیدا ہو رہا تھا۔ کیونکہ چند آدمیوں کا ایک لشکر جرار کے مقابلہ پر آمادہ ہو جانا ایسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ اس لشکر کی اطاعت کو موت سے بدتر خیال کریں۔ اس جماعت میں ابوہریرہ رضہ اور حضرت امام حسنؓ کی شرکت خاص طور پر قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ فوجی آدمی نہ تھے اور اس سے پیشتر کوئی خاص فوجی خدمت ان سے نہیں ہوئی اسی طرح امام حسنؓ گو ایک جری باپ کے بیٹے اور خود جری اور بہادر تھے۔ مگر آپ صلح اور امن کو بہت پسند فرماتے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کے مطابق صلح کے شہزادے تھے ان دو شخصوں کا اس موقعہ پر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو جانا دلالت کرتا ہے کہ صحابہ اور دیگر اہل مدینہ ان مفسدوں کی شرارتوں پر سخت ناراض تھے

مدینہ میں مفسدوں کے تین بڑے ساتھی

صرف تین شخص مدینہ کے باشندے ان لوگوں کے ساتھی تھے۔ ایک تو محمد بن ابی بکر جو حضرت ابوبکر رضہ کے لڑکے تھے۔ اور مورخین کا خیال ہے کہ بوجہ اس کے کہ لوگ ان کے باپ کے سبب ان کا ادب کرتے تھے۔ ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔ ورنہ نہ انکو دنیا میں کوئی سبقت حاصل تھی نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی نہ بعد میں ہی خاص طور پر دینی تعلیم حاصل کی۔ حجۃ الوداع کے ایام میں پیدا ہوئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ چوتھے سال میں ہی تھے کہ حضرت ابوبکرؓ فوت ہو گئے۔ اور اس مینظیر انسان کی تربیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا[1]

دوسرا شخص محمد بن حذیفہ تھا یہ بھی صحابہ میں سے نہ تھا۔ اس کے والد یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمان رضہ نے اس کی تربیت اپنے ذمہ لی تھی۔ اور بچپن سے آپ نے اسے پالا تھا۔ جب حضرت عثمان رضہ خلیفہ ہوئے۔ تو اس نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا۔ آپ نے انکا

[1] تاریخ الصغیر بخاری صہ ۱۸ و ۴۲ و تہذیب التہذیب جلد ۹ صہ ۱۸۱

کیا اسپر اس نے اجازت چاہی کہ میں کہیں باہر جاکر کوئی کام کروں آپ نے اجازت دیدی۔ اور یہ مصر چلا گیا۔ وہاں جاکر عبد اللہ بن سبا کے ساتھیوں سے ملکر حضرت عثمان رضؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ جب اہل مصر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو یہ ان کے ساتھ ہی آیا۔ مگر کچھ دور تک آکر واپس چلا گیا۔ اور اس فتنہ کے وقت مدینہ میں نہیں تھا۔

تیسرے شخص عمار بن یاسر تھے یہ صحابہ میں سے تھے اور ان کے دھوکا کھانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سیاست سے باخبر نہ تھے۔ جب حضرت عثمان رضؓ نے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے والی کے انتظام کے متعلق رپورٹ کریں تو عبد اللہ بن سبا نے ان کا استقبال کرکے ان کے خیالات کو مصر کے گورنر کے خلاف کر دیا اور چونکہ یہ شخص ایسے لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے ایام کفر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی تھی۔ اور فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا۔ اس لئے آپ بہت جلد ان لوگوں کے قبضہ میں آگئے۔ والی کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ حضرت عثمان رضؓ پر بھی انہوں نے ان کو بدظن کر دیا۔ مگر انہوں نے بھی عمدًا فساد میں کوئی حصّہ نہیں لیا۔ کیونکہ باوجود اس کے مدینہ پر حملہ کے وقت یہ مدینہ میں موجود تھے۔ سوائے اس کے کہ اپنے گھر میں خاموش بیٹھ رہے ہوں اور ان مفسدوں کا مقابلہ کرنے میں انہوں نے کوئی حصہ نہ لیا ہو۔ عملی طور پر انہوں نے فساد میں کوئی حصّہ نہیں لیا۔ اور ان مفسدوں کی بد اعمالیوں سے ان کا دامن بالکل پاک ہے

ان تین کے سوائے باقی کوئی شخص اہلِ مدینہ میں سے صحابی ہو یا غیر صحابی ان مفسدوں کا ہمدرد نہ تھا۔ اور ہر ایک شخص ان پر لعنت ملامت کرتا تھا۔ مگر ان کے ہاتھ میں اسوقت سب انتظام تھا۔ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ بیس دن تک یہ لوگ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے۔ کہ کسی طرح حضرت عثمان رضؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر حضرت عثمان رضؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا تعالےٰ نے پہنائی ہے۔ میں اُسے اتار نہیں سکتا۔ اور نہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے۔ دوسرے پر ظلم کرے۔ اور ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ اس

حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دستبرداری کیلئے مجبور کیا جانا

۱؎ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۲ اصابہ صفحہ ۲۵٦ طبری صفحہ ۳۰۲۹

۲؎ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۹۹۰

فساد سے باز آجاویں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں۔ مگر جب میں نہ رہونگا۔ تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمان کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا۔ کیونکہ میرے بعد سخت خونریزی ہوگی۔ اور حقوق کا اتلاف ہوگا۔ اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائیگا (چنانچہ بنو امیہ کے زمانہ میں خلافت حکومت سے بدل گئی۔ اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں ان کو بھول گئیں)

حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ

بیس دن گذرنے کے بعد ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اب جلدی ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہئے تا ایسا نہ ہو۔ کہ صوبہ جات سے فوجیں آجاویں۔ اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے اس لئے انہوں نے حضرت عثمان رضہ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا۔ اور سمجھے کہ شائد اس طرح مجبور ہو کر حضرت عثمان رضہ ہمارے مطالبات کو قبول کریں گے۔

مدینہ کا انتظام اب ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور تینوں فوجوں نے ملکر مصر کی فوجوں کے سردار غافقی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح مدینہ کا حاکم گویا اسوقت غافقی تھا۔ اور کوفہ کی فوج کا سردار اشتر اور بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جبلہ (وہی ڈاکو جسے اہل ذمہ کے اموال لوٹنے پر حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں نظر بند کر دینے کا حکم دیا تھا) دونوں غافقی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ اور اس سے ایک دفعہ پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس فتنہ کی اصل جڑ مصری تھے۔ جہاں عبداللہ بن سبا کام کر رہا تھا۔ مسجد نبوی میں غافقی نماز پڑھاتا تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے گھروں میں مقید رہتے۔ یا اس کے پیچھے نماز ادا کرنے پر مجبور تھے

جب تک ان لوگوں نے حضرت عثمان رضہ کے گھر کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تب تک تو لوگوں سے زیادہ تعرض نہیں کرتے تھے۔ مگر محاصرہ کرنے کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں۔ اب مدینہ دارالامن کی بجائے دارالحرب ہوگیا۔ اہل مدینہ کی

عزت اور ننگ و ناموس خطرہ میں تھی اور کوئی شخص اسلحہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ اور جو شخص ان کا مقابلہ کرتا اسے قتل کر دیتے تھے۔

حضرت علی کا محاصرہ کرنیوالوں کو نصیحت کرنا

جب ان لوگوں نے حضرت عثمان رضؓ کا محاصرہ کر لیا۔ اور پانی تک اندر جانے سے روکدیا تو حضرت عثمان رضؓ نے اپنے ایک ہمسایہ کے لڑکے کو حضرت علی رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ اور امہات المؤمنین کی طرف بھیجا۔ کہ ان لوگوں نے ہمارا پانی بھی بند کر دیا ہے۔ آپ لوگوں سے اگر کچھ ہوسکے تو کوشش کریں اور ہمیں پانی پہنچائیں۔ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی رضؓ آئے اور آپ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے تمہارا عمل تو نہ مومنوں سے ملتا ہے نہ کافروں سے حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں کھانے پینے کی چیزیں مت روکو۔ روم اور فارس کے لوگ بھی قید کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں اور پانی پلاتے ہیں اور اسلامی طریق کے موافق تو تمہارا یہ فعل کسیطرح جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ان کے قید کر دینے اور قتل کر دینے کو جائز سمجھنے لگے ہو حضرت علی رضؓ کی اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے صاف کہدیا کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اس شخص تک دانہ پانی نہ پہنچنے دینگے۔ یہ وہ جواب تھا جو انہوں نے اس شخص کو دیا جسے وہ رسول کریم صلے اللہ کا وصی اور آپ کا حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ اور کیا اس جواب کے بعد کسی اور شہادت کی بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لئے ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ حضرت علی رضؓ کو وصی قرار دینے والا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت اور اہل بیت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا۔ بلکہ اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لئے۔

امہات المؤمنین میں سے سب سے پہلے حضرت ام حبیبہ رضؓ آپ کی مدد کے لئے آئیں۔ ایک خچر پر آپ سوار تھیں آپ اپنے ساتھ ایک مشکیزہ پانی کا بھی لائیں۔ لیکن اصل غرض آپ کی یہ تھی کہ بنو امیہ کے یتامی اور بیواؤں کی وصیتیں حضرت عثمان رضؓ

کے پاس تھیں اور آپ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمان رضؓ کا پانی باغیوں نے بند کر دیا ہے تو آپ کو خوف ہوا۔ کہ وہ وصایا بھی کہیں تلف نہ ہو جائیں۔ اور آپ نے چاہا۔ کہ کسی طرح وہ وصایا محفوظ کر لی جائیں ورنہ پانی آپ کسی اور ذریعہ سے بھی پہنچا سکتی تھیں۔ جب آپ حضرت عثمانؓ کے دروازے تک پہنچیں۔ تو باغیوں نے آپ کو روکنا چاہا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ ہیں مگر اسپر بھی وہ لوگ باز نہ آئے اور آپ کی خچر کو مارنا شروع کیا۔ ام المومنین ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں کہ بنوامیہ کے یتامیٰ اور بیواؤں کی وصایا ضائع نہ ہو جاویں۔ اسلئے اندر جانا چاہتی ہوں تاکہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں مگر ان بدبختوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کو جواب دیا۔ کہ تم جھوٹ بولتی ہو۔ اور آپکے خچر پر حملہ کر کے اس کے پالان کے رسے کاٹ دیئے اور زین الٹ گئی۔ اور قریب تھا کہ حضرت ام حبیبہؓ گر کر ان مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جا کر شہید ہو جائیں۔ کہ بعض اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر آپ کو سنبھالا اور گھر پہنچا دیا+

اُمّ حبیبہؓ کی دینی غیرت کا نمونہ

یہ وہ سلوک تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے کیا حضرت اُمّ حبیبہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا اخلاص اور عشق رکھتی تھیں کہ جب پندرہ سولہ سال کی جدائی کے بعد آپ کا باپ جو عرب کا سردار تھا اور مکہ میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک خاص سیاسی مشن پر مدینہ آیا۔ اور آپکے ملنے کے لئے گیا۔ تو آپنے اسکے نیچے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر کھینچ لیا۔ اس لئے کہ خدا کے رسول کے پاک کپڑے سے ایک مشرک کے نجس جسم کو چھوتے ہوئے دیکھنا آپ کی طاقت برداشت سے باہر تھا۔ تعجب ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضؓ نے تو محمد رسول اللہ صلعم کی غیبت میں آپ کے کپڑے تک کی حرمت کا خیال رکھا۔ مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت میں آپ کے حرم محترم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ نادانوں نے کہا کہ رسول کریمؐ کی بیوی جھوٹی ہیں حالانکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا۔ وہ درست تھا۔

حضرت عثمان رضہ بنو امیہ کے یتامیٰ کے ولی تھے اور اُن لوگوں کی بڑھتی ہوئی عداوت کو دیکھکر آپ کو درست خوف تھا۔ کہ یتامیٰ اور بیواؤں کے اموال ضائع نہ ہو جائیں جھوٹے وہ تھے۔ جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوٰے کرتے ہوئے اُن کے دین کی تباہی کا بیڑا اٹھایا تھا نہ ام المومنین ام حبیبہ رضہ

حضرت عائشہ رضہ کی حج کے لئے طیاری

حضرت ام حبیبہ رضہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا تھا جب اس کی خبر مدینہ میں پھیلی۔ تو صحابہ اور اہل مدینہ حیران رہ گئے اور سمجھ لیا کہ اب ان لوگوں سے کسی قسم کی خیر کی امید رکھنی فضول ہے حضرت عائشہ رضہ نے اسیوقت حج کا ارادہ کر لیا۔ اور سفر کی تیاری شروع کردی جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ مدینہ سے جانیوالی ہیں۔ تو بعض نے آپ سے درخواست کی کہ اگر آپ یہیں ٹھہریں تو شائد فتنہ کے روکنے میں کوئی مدد ملے۔ اور باغیوں پر کچھ اثر ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک ہو۔ جو ام حبیبہ رضہ سے ہوا ہے خدا کی قسم ہے میں اپنی عزت کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتی (کیونکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت تھی) اگر کسی قسم کا معاملہ مجھ سے کیا گیا۔ تو میری حفاظت کا کیا سامان ہوگا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں میں کہاں تک ترقی کرینگے۔ اور ان کا کیا انجام ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے چلتے چلتے ایک ایسی تدبیر کی جو اگر کارگر ہو جاتی۔ تو شائد فساد میں کچھ کمی ہو جاتی اور وہ یہ کہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر رضہ کو کہلا بھیجا کہ تم بھی میرے ساتھ حج کو چلو مگر اس نے انکار کر دیا۔ اسپر حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ کیا کروں بے بس ہوں۔ اگر میری طاقت ہوتی تو ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتی

حضرت عثمان رضہ کا والیان صوبجات کو مراسلہ

حضرت عائشہ رضہ تو حج کو تشریف لے گئیں۔ اور بعض صحابہ بھی جن سے ممکن ہو سکا اور

لہ طبری مطبوعہ لنڈن صفحہ ۳۰۲۹

مدینہ سے نکل سکے مدینہ سے تشریف لے گئے۔ اور باقی لوگ سوائے چند اکابر صحابہ کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آخر حضرت عثمان رضؓ کو بھی یہ محسوس ہو گیا کہ یہ لوگ نرمی سے مان نہیں سکتے اور آپ نے ایک خط تمام والیان صوبہ جات کے نام روانہ کیا جس کا خلاصہ یہ تھا

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضؓ کے بعد بلا کسی خواہش یا درخواست کے مجھے ان لوگوں میں شامل کیا گیا تھا جنہیں خلافت کے متعلق مشورہ کرنیکا کام سپرد کیا گیا تھا۔ پھر بلا میری خواہش یا سوال کے مجھے خلافت کے لئے چنا گیا اور میں برابر وہ کام کرتا رہا جو مجھ سے پہلے خلفا کرتے رہے اور میں نے اپنے پاس سے کوئی بدعت نہیں نکالی۔ لیکن چند لوگوں کے دلوں میں بدی کا بیج بویا گیا۔ اور شرارت جاگزیں ہوئی اور انہوں نے میرے خلاف منصوبے کرنے شروع کر دیئے۔ اور لوگوں کے سامنے کچھ ظاہر کیا اور دل میں کچھ اور رکھا۔ اور مجھ پر وہ الزام لگانے شروع کئے جو مجھ سے پہلے خلفاء پر بھی لگتے تھے۔ لیکن میں معلوم ہوتے ہوئے خاموش رہا۔ اور یہ لوگ میرے رحم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرارت میں اور بھی بڑھ گئے۔ اور آخر کفار کی طرح مدینہ پر حملہ کر دیا۔ بس آپ لوگ اگر کچھ کر سکیں تو مدد کا انتظام کریں۔ اسی طرح ایک خط جس کا خلاصہ مطلب ذیل میں درج ہے حج پر آنیوالوں کے نام لکھکر کچھ دن بعد روانہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کا حاجیوں کے نام خط

میں آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور اُس کے انعامات یاد دلاتا ہوں اسوقت کچھ لوگ فتنہ پردازی کر رہے ہیں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش میں مشغول ہیں مگر ان لوگوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض ۔ الخ ۔ اور اتفاق کی قدر نہیں کی حالانکہ خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ۔ اور مجھ پر الزام لگانے والوں کی باتوں کو قبول کیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی پرواہ نہ کی کہ یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسقٌ بنباءٍ فتبینوا اور میری بیعت کا ادب نہیں کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اور میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا

نائب ہوں کوئی امت بغیر کسی سردار کے ترقی نہیں کر سکتی - اور اگر کوئی امام نہ ہو۔ تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائیگا - یہ لوگ امت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں - اور اس کے سوا انکی کوئی غرض نہیں - کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا - اور والیوں کے بدلے کا وعدہ کر لیا تھا - مگر انہوں نے اسپر بھی شرارت نہ چھوڑی - اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں - اول یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے - ان سب کا قصاص مجھ سے لیا جاوے - اگر مجھے یہ منظور نہ ہو۔ تو پھر خلافت کو چھوڑ دوں - اور یہ لوگ میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں - یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہمخیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ وہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں - پہلی بات کا تو یہ جواب ہے - کہ مجھ سے پہلے خلفاء بھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے - مگر ان کو کبھی سزا نہیں دی گئی اور اس قدر سزائیں مجھ پر جاری کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اور کیا ہو سکتا ہے -

خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ موچنوں سے میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور - مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا -

باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانے - سو میں خدا کی طرف سے ذمہ وار نہیں ہوں - اگر یہ لوگ ایک امر خلاف شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں - پہلے بھی جب انہوں نے میری بیعت کی تھی - تو میں نے ان پر جبر نہیں کیا تھا - جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے - میں اُس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالیٰ راضی ہے - ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے -

چونکہ حج کے دن قریب آرہے تھے اور چاروں طرف سے لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو رہے تھے - حضرت عثمان رضؓ نے اس خیال سے کہ کہیں وہاں بھی کوئی فساد نہ کھڑا کریں اور اس خیال سے بھی کہ حج کے لئے جمع ہونے والے مسلمانوں میں اہل مدینہ کی مدد کی تحریک کریں - حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کو حج کا امیر بنا کر روانہ کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے بھی عرض کی کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے زیادہ پسند ہے - مگر حضرت عثمان رضؓ نے ان کو

مجبور کیا کہ وہ حج کے لئے جاویں اور حج کے ایام میں امیر حج کا کام کریں تاکہ مفسد وہاں اپنی شرارت نہ پھیلا سکیں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں بھی مدینہ کے لوگوں کی مدد کی تحریک کی جاوے۔ اور مذکورہ بالا خط آپ ہی کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب ان خطوں کا ان مفسدوں کو علم ہوا۔ تو انہوں نے اور بھی سختی کرنی شروع کر دی۔ اور اس بات کا موقعہ تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح لڑائی کا کوئی بہانہ مل جاوے تو حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر دیں۔ مگر ان کی تمام کوششیں فضول جاتی تھیں۔ اور حضرت عثمان رضؓ ان کو کوئی موقعہ شرارت کا ملنے نہ دیتے تھے۔ آخر تنگ آکر یہ تدبیر سوجھی کہ جب رات پڑتی اور لوگ سو جاتے۔ حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں پتھر پھینکتے۔ اور اس طرح اہل خانہ کو اشتعال دلاتے تاکہ جوش میں آکر وہ بھی پتھر پھینکیں تو لوگوں کو کہہ سکیں کہ انہوں نے ہم پر پہلے حملہ کیا ہے اس لئے ہم جواب دینے پر مجبور ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے تمام اہل خانہ کو جواب دینے سے روک دیا۔ ایک دن موقعہ پاکر اپنی دیوار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اے لوگو میں تو تمہارے نزدیک تمہارا گنہ گار ہوں۔ مگر دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے تم پتھر پھینکتے ہو۔ تو دوسروں کو بھی چوٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے پتھر نہیں پھینکے۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں پھینکتے۔ تو اور کون پھینکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ پھینکتا ہوگا (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو اگر خدا تعالیٰ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا کوئی پتھر خطا نہ جاتا لیکن تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تو ادھر ادھر بھی جا پڑتے ہیں۔ یہ فرماکر آپ ان کے سامنے سے ہٹ گئے

مفسدوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکنا

فتنہ فرو کرنے میں صحابہؓ کی مساعی جمیلہ

گو صحابہ رضؓ کو اب حضرت عثمان رضؓ کے پاس جمع ہونے کا موقعہ نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ جو سن رسیدہ اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا۔ وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کے سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے۔ وہ حضرت عثمان رضؓ

کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔

اول الذکر جماعت میں سے حضرت علی رضؓ اور حضرت سعدؓ بن وقاص فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے خصوصاً حضرت علی رضؓ تو اس فتنہ کے ایام میں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کام میں لگ گئے تھے چنانچہ ان واقعات کی رویت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں میں نے دیکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیئے تھے اور حضرت عثمان رضؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات دن لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ تک پانی پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی۔ تو حضرت طلحہ رضؓ پر جن کے سپرد یہ کام تھا۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک آرام نہ کیا جبتک پانی حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں پہنچ نہ گیا

دوسرا گروہ ایک ایک دو دو کر کے جس جس وقت موقعہ ملتا تھا تلاش کر کے حضرت عثمان رضؓ یا آپ کے ہمسایہ گھروں میں جمع ہونا شروع ہوا۔ اور اس نے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی جانیں دیدیں گے مگر حضرت عثمان رضؓ کی جان پر آنچ نہ آنے دینگے۔ اس گروہ میں حضرت علی رضؓ حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہ میں سے بھی ایک جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمان رضؓ کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور اب تک کسی دشمن کو پہنچنے نہ دیتے تھے اور گو یہ قلیل تعداد اس قدر کثیر لشکر کا مقابلہ تو نہ کر سکتی تھی۔ مگر چونکہ باغی چاہتے تھے کوئی بہانہ رکھکر حضرت عثمان رضؓ کو قتل کریں وہ بھی اس قدر زور نہ دیتے تھے۔ اس وقت کے حالات سے حضرت عثمان رضؓ کی اسلامی خیرخواہی پر جو روشنی پڑتی ہے۔ اس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے تین ہزار کے قریب لشکر آپ کے دروازہ کے سامنے پڑا ہے اور کوئی تدبیر اس سے بچنے کی نہیں۔ مگر جو لوگ آپ کے بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ان کو بھی آپ روکتے ہیں کہ جاؤ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو ان لوگوں کو صرف مجھ سے عداوت ہے۔ تم سے کوئی تعرض نہیں۔ آپ کی آنکھ اس وقت کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اسلام ان مفسدوں کے ہاتھوں سے ایک عظیم الشان خطرہ میں ہوگا۔ اور صرف ظاہری اتحاد ہی نہیں بلکہ روحانی انتظام بھی پراگندہ ہونے کے قریب ہو جاویگا۔ اور آپ جانتے تھے کہ اس وقت اسلام کی حفاظت اور

اس کے قیام کے لئے ایک ایک صحابی کی ضرورت ہوگی پس آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی جان کی حفاظت کی بیفائدہ کوشش میں صحابہ کی جانیں جاویں۔ اور سب کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ان لوگوں سے تعرض نہ کرو۔ اور چاہتے تھے کہ جہانتک ہوسکے آئندہ فتنوں کے دور کرنے کے لئے وہ جماعت محفوظ رہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ مگر باوجود آپکے سمجھانے کے جن صحابہ کو آپکے گھر تک پہنچنے کا موقعہ مل جاتا وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے اور آیندہ کے خطرات پر موجودہ خطرہ کو مقدم رکھتے اور اگر ان کی جانیں اس عرصہ میں محفوظ تھیں تو صرف اسلئے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کوئی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ اور بہانہ کی تلاش تھی لیکن وہ وقت بھی آخر آگیا جبکہ زیادہ انکار کرنا ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضؓ کا وہ دل کے ہلا دینے والا پیغام جو آپ نے حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کو بھیجا تھا حجاج کے مجمع میں سنادیا گیا تھا اور وادی مکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی آواز سے گونج رہی تھی اور حج پر جمع ہونیوالے مسلمانوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ حج کے بعد جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہ رہیں گے۔ اور مصری مفسدوں اور اُن کے ساتھیوں کا قلع قمع کرکے چھوڑیں گے مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادہ کی اطلاع دیدی تھی اور اب ان کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ اب اس شخص کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اگر اسے ہم نے قتل نہ کیا۔ تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں کوئی شبہ نہیں۔

اس گھبراہٹ کو اس خبر نے اور بھی دوبالا کردیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمان کے خطوط پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے سے ہی حضرت عثمان رضؓ کے احکام کے منتظر تھے ان خطوط کے پہنچنے پر اور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہؓ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرکے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو اُن کے فرایض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیدیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں جس نے آج جہاد نہ کیا۔ اسنے گویا کچھ بھی نہ کیا کوفہ میں عقبہ بن عمرو عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ اور حنظلہ بن ربیع اور دیگر صحابہ کرام نے لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لئے ابھارا ہی۔ تو بصرہ میں عمران بن حصین انس

ؔ۱ طبری صہ ۳۰۱۳

بن مالک ہشام بن عامر اور دیگر صحابہ رضی نے شام میں اگر عبادہ بن صامت ابو امامہ اور دیگر صحابہ رضی نے
حضرت عثمان رضی کی آواز پر لبیک کہنے پر لوگوں کو اکسایا ہی تو مصر میں خارجہ و دیگر لوگوں نے اور سب
ملکوں سے فوجیں اکٹھی ہو کر مدینہ کی طرف بڑھی چلی آتی ہیں[1]۔

حضرت عثمان رضی کے گھر پر مفسدوں کا حملہ

غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ گئی آخر حضرت عثمان کے گھر پر حملہ کر کے
بزور اندر داخل ہونا چاہا صحابہ نے مقابلہ کیا اور آپسمیں سخت جنگ ہوئی گو صحابہ کم تھے۔ مگر انکی
ایمانی غیرت ان کی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی۔ جس جگہ لڑائی ہوئی یعنی عثمان رضی کے گھر کے سامنے
وہاں جگہ بھی تنگ تھی اسلئے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے حضرت عثمان رضی کو جب
اس لڑائی کا علم ہوا تو آپنے صحابہ کو لڑنے سے منع کیا۔ مگر وہ اسوقت حضرت عثمان رضی کو اکیلا چھوڑ
دینا ایمانداری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے اور باوجود حضرت عثمان کے
کی قسم دینے کے انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت عثمان رضی نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی
اور باہر تشریف لے آئے اور صحابہ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کرا دئے اور آپنے
سب صحابہ اور اُن کے مددگاروں کو نصیحت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لئے نہیں
دی۔ کہ تم اسکی طرف جھک جاؤ۔ بلکہ اس لئے دی ہی کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان
جمع کرو یہ دنیا تو فنا ہو جاویگی اور آخرت ہی باقی رہیگی۔ پس چاہیئے کہ فانی چیز تمکو غافل نہ کرے
باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانیوالی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت
کو پراگندہ نہ ہونے دو۔ اور اس نعمت الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے
کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دیکر بھائی بھائی بنا دیا اس کے بعد آپنے سبکو رخصت کیا[2]۔

حضرت عثمان رضی کا صحابہ کو نصیحت کرنا

[1] طبری کی روایت کے مطابق شام میں حضرت عثمان رضی کی مدد کے لئے لوگوں میں جوش دلانیوالے صحابہ میں حضرت ابوالدرداء
انصاری بھی شامل تھے۔ مگر دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ حضرت عثمان رضی کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے جیسا کہ
استیعاب اور اصابہ سے ثابت ہی اور یہی بات درست ہے۔ مگر جیسا پہلے ذکر ہو چکا ہی یہ بھی اپنے ایام زندگی میں اس فتنہ کے مٹانے
میں کوشاں رہے ہیں۔ (۲) طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۶۰

اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا۔ خصوصاً حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ کو۔

یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہ کو بھی بلوایا گیا۔ اسوقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور کیوں نہ ہوتا۔ سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونے والی ہے۔ غرض باغیوں نے زیادہ تعرض نہ کیا اور سب صحابہ جمع ہوئے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو بیٹھ جاؤ اسپر صحابہ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متاثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے جب سب بیٹھ گئے تو آپنے فرمایا کہ اہل مدینہ میں تمکو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تمہارے لئے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرماوے۔ آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے متعلق کوئی فیصلہ فرماوے میں باہر نہیں نکلونگا اور میں کسیکو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤنگا۔ کہ جسکے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دونگا کہ وہ جسے چاہے۔ اپنے کام کے لئے پسند کرے اس کے بعد صحابہ و دیگر اہل مدینہ کو کو قسم دی کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرۂ عظیم میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جاویں۔ آپکے اس حکم نے صحابہ میں ایک عظیم الشان اختلاف پیدا کر دیا ایسا اختلاف کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی صحابہ حکم ماننے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ مگر آج اس حکم کے ماننے میں ان میں سے بعض کو اطاعت نہیں۔ بغاوت اور غداری کی بو نظر آتی تھی۔ بعض صحابہ نے تو اطاعت کے پہلو کو مقدم سمجھکر با دل ناخواستہ آئندہ کیلئے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور غالباً انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کام صرف اطاعت ہے یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ کہ ہم دیکھیں کہ اس حکم پر عمل کرنے کے کیا نتائج ہونگے۔ مگر بعض صحابہ نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بیشک خلیفہ کی اطاعت فرض ہے مگر جب خلیفہ یہ حکم دے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خلافت سے وابستگی چھوڑ دو۔ پس یہ اطاعت درحقیقت بغاوت پیدا کرتی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا ان کو گھروں کو واپس کرنا ان کی جانوں

کی حفاظت کے لئے تھا۔ تو پھر کیا وہ ایسے محبت کرنیوالے وجود کو خطرہ میں چھوڑ کر اپنے گھروں کو جا سکتے تھے اس موخر الذکر گروہ میں سب اکابر صحابہ شامل تھے۔ چنانچہ باوجود اس حکم کے حضرت علی رضؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ کے لڑکوں نے اپنے اپنے والد کے حکم کے ماتحت حضرت عثمانؓ کی ڈیوڑھی پر ہی ڈیرہ جمائے رکھا اور اپنی تلواروں کو میانوں میں نہ داخل کیا۔

حاجیوں کی واپسی پر باغیوں کی گھبراہٹ

باغیوں کی گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ جبکہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں میں سے اِکّے دُکّے مدینہ میں داخل ہونے لگے اور انکو معلوم ہو گیا۔ کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت نزدیک ہے چنانچہ مغیرہ بن الاخنس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثواب جہاد کے لئے مدینہ میں داخل ہوئے اور انکے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہل بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لئے آرہا ہے۔ صرار مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے رستہ پر ہے آپہنچا ہے۔ ان خبروں سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جاوے اور چونکہ وہ صحابہ اور ان کے ساتھی جنہوں نے باوجود حضرت عثمانؓ کے منع کرنے کے حضرت عثمانؓ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی اور صاف کہدیا تھا کہ اگر ہم آپ کو باوجود ہاتھوں میں طاقتِ مقابلہ کے ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔ بوجہ اپنی قلت تعداد کے اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے اور دروازہ تک پہنچنا باغیوں کے لئے ازبس مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازہ کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تا کہ دروازہ جل جاوے اور اندر پہنچنے کا رستہ ملجاوے۔ صحابہ نے اس بات کو دیکھا۔ تو اندر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔ تلواریں پکڑ پکڑ کر باہر نکلنا چاہا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اس بات کو روکا اور فرمایا کہ گھر کو آگ لگانے کے بعد اب اور کون سی بات رہ گئی ہے۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا تم لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ ان لوگوں کو صرف میری ذات سے عداوت ہے مگر جلد یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہونگے۔ میں ہر ایک شخص کو جس پر میری اطاعت فرض ہے اسکے فرض سے سبکدوش کرتا ہوں اور اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ مگر صحابہ نے اور دیگر لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اور تلواریں پکڑ کر

ؔ۵۔ طبری صفحہ ۳۰۱۳ ؔ۶۔ طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۰۳

باہر نکلے ان کے باہر نکلتے وقت حضرت ابوہریرۃ رضہ بھی آگئے اور باوجود اسکے کہ وہ فوجی آدمی نہ تھے
وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور فرمایا کہ آج کے دن کی لڑائی سے بہتر اور کونسی لڑائی ہوسکتی ہے
اور پھر باغیوں کی طرف دیکھکر فرمایا کہ " یاقوم مالی ادعوکم الی النجوٰۃ وتدعوننی الی النار الآیۃ۔
یعنی اے میری قوم کیا بات ہو کہ میں تمکو نجات کیطرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھ کو آگ کی طرف
بلاتے ہو۔

صحابہ رض کی مفسدوں سے لڑائی

یہ لڑائی ایک خاص لڑائی تھی اور مٹھی بھر صحابہ جو اسوقت جمع ہوسکے انہوں نے اس لشکر
عظیم کا مقابلہ جان توڑ کر کیا حضرت امام حسن رضہ جو نہایت صلح جو بلکہ صلح کے شہزادے تھے
انہوں نے بھی اس دن رجز پڑھ پڑھ کر دشمن پر حملہ کیا ان کا اور محمد بن طلحہ کا اس دن کا رجز خاص
طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ ان سے ان کے دلی خیالات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے
حضرت امام حسن رضہ یہ شعر پڑھ کر باغیوں پر حملہ کرتے تھے

لادینہم دینی ولا انا منہم　　حتے اسیر الی طمار شمام

یعنے ان لوگوں کا دین میرا دین نہیں۔ اور نہ اُن لوگوں سے میرا کوئی تعلق ہے۔ میں اُن سے
اسوقت تک لڑونگا۔ کہ شمام پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاؤں شمام عرب کا ایک پہاڑ ہے جسکو بلندی
پر پہنچنے اور مقصد کے حصول سے مشابہت دیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسن رضہ کا یہ مطلب ہے
کہ جب تک میں اپنے مدعا کو نہ پہنچ جاؤں۔ اسوقت تک میں برابر ان سے لڑتا رہونگا۔ اور
اُن سے صلح نہ کرونگا۔ کیونکہ ہم میں کوئی معمولی اختلاف نہیں کہ بغیر ان پر فتح پانے کے ہم ان
سے تعلق قائم کرلیں۔ یہ تو وہ خیالات ہیں جو اس شہزادہ صلح کے دل میں موجزن تھے اب
ہم طلحہ رضہ کے لڑکے محمد کا رجز لیتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

انا ابن من حامی علیہ باحد　　ورد احزابا علی رغم معدا

یعنی میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت احد کے دن کی
تھی۔ اور جس نے باوجود اس کے کہ عربوں نے سارا زور لگایا تھا۔ ان کو شکست دیدی تھی یعنی
آج بھی احد کی طرح کا ایک واقعہ ہے۔ اور جس طرح میرے والد نے اپنے ہاتھ کو تیروں سے

چھلنی کروالیا تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آنچ نہ آنے دی تھی۔ میں بھی ایسا ہی کرونگا۔
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے۔ اور بری طرح زخمی ہوئے۔ مروان بھی سخت زخمی ہوا۔ اور موت تک پہنچ کر لوٹا۔ منیرہ بن الاخنس مارے گئے جس شخص نے ان کو مارا تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ آپ صرف زخمی ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ مارے گئے ہیں زور سے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون سردار لشکر نے اسے ڈانٹا کہ اس خوشی کے موقعہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ آج رات میں نے رویا میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کہتا ہو منیرہ کے قاتل کو دوزخ کی خبردو۔ پس یہ معلوم کر کے کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں مجھے اس کا صدمہ ہونا لازمی تھا۔
مذکورہ بالا لوگوں کے سوا اور لوگ بھی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور حضرت عثمان عنہ کی حفاظت کرنیوالی جماعت اور بھی کم ہوگئی۔ لیکن اگر باغیوں نے باوجود آسمانی انذار کے اپنی ضد نہ چھوڑی۔ اور خدا تعالیٰ کی محبوب جماعت کا مقابلہ جاری رکھا تو دوسری طرف مخلصین نے بھی اپنے ایمان کا اعلےٰ نمونہ دکھانے میں کمی نہیں کی۔ باوجود اس کے کہ اکثر محافظ مارے گئے یا زخمی ہوگئے پھر بھی ایک قلیل گروہ برابر دروازہ کی حفاظت کرتا رہا۔
چونکہ باغیوں کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے آخری حیلہ کے طور پر پھر ایک شخص کو حضرت عثمان رضؓ کی طرف بھیجا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خود دست بردار ہو جاوینگے تو مسلمانوں کو انہیں سزا دینے کا کوئی حق اور موقعہ نہ رہیگا حضرت عثمانؓ کے پاس جب پیغامبر پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو جاہلیت میں بھی بدیوں سے پرہیز کیا ہے اور اسلام میں بھی اس کے احکام کو نہیں توڑا۔ میں کیوں اور کس جرم میں اس عہدہ کو چھوڑدوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ میں تو اس قمیص کو کبھی نہیں اتاروں گا۔ جو خدا تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے۔ وہ شخص یہ جواب سُنکر واپس آگیا اور اپنے ساتھیوں سے ان الفاظ میں آکر مخاطب ہوا۔ خدا کی قسم ہم سخت مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ خدا کی قسم مسلمانوں کی گرفت سے عثمانؓ کو قتل کرنے کے سوائے ہم بچ نہیں سکتے (کیونکہ اس صورت میں حکومت تہ وبالا ہو جائیگی۔ اور انتظام بگڑ جاویگا اور کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا) اور اس کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

اس شخص کے یہ فقرات نہ صرف ان لوگوں کی گھبراہٹ پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ اس امر پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسوقت تک بھی حضرت عثمان رضؓ نے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہونے دی تھی جسے یہ لوگ بطور بہانہ استعمال کر سکیں اور ان کے دل محسوس کرتے تھے۔ کہ حضرت عثمان رضؓ کا قتل کرنا کسی صورت میں جائز نہیں

عبداللہ بن سلام کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

جبکہ یہ لوگ حضرت عثمان رضؓ کے قتل کا منصوبہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو بحالت کفر بھی اپنی قوم میں نہایت معزز تھے۔ اور جن کو یہود اپنا سردار مانتے تھے اور عالم بے بدل جانتے تھے تشریف لائے اور دروازہ پر کھڑے ہوکر ان لوگوں کو نصیحت کرنی شروع کی اور حضرت عثمان رضؓ کے قتل سے ان کو منع فرمایا۔ کہ اے قوم خدا کی تلوار کو اپنے اوپر نہ کھینچو خدا کی قسم اگر تم نے تلوار کھینچی تو پھر اُسے میان میں کرنے کا موقعہ نہ ملیگا۔ ہمیشہ مسلمانوں میں لڑائی اور جھگڑا ہی جاری رہیگا۔ عقل کرو آج تم پر حکومت صرف کوڑے کے ساتھ کیجاتی ہے (عموماً حدود شرعیہ میں کوڑے کی سزا دیجاتی ہے) اور اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تو حکومت کا کام بغیر تلوار کے نہ چلیگا (یعنی چھوٹے چھوٹے جرموں پر لوگوں کو قتل کیا جاویگا۔ یاد رکھو کہ اسوقت مدینہ کے محافظ ملائکہ ہیں۔ اگر تم اس کو قتل کر دوگے۔ تو ملائکہ مدینہ کو چھوڑ جائینگے اس نصیحت سے ان لوگوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ عبداللہ بن سلام رضؓ صحابی رسول کریم صلعم کو دھتکار دیا۔ اور اُن کے پہلے دین کا طعنہ دیکر کہا کہ اے یہودن کے بیٹے تجھے ان کاموں سے کیا تعلق۔ افسوس کہ ان لوگوں کو یہ تو یاد رہا کہ عبداللہ بن سلام یہودن کے بیٹے تھے۔ لیکن یہ بھول گیا۔ کہ آپ رسول کریم صلعم کے ہاتھ پر ایمان لائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ایمان لانے پر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر ایک مصیبت اور دکھ میں آپ شریک ہوئے۔ اور اسی طرح یہ بھی بھول گیا۔ کہ ان کا لیڈر اور ان کا ورغلانے والا حضرت علی رضؓ کو رسول کریم کا وصی قرار دیکر حضرت عثمان رضؓ کے مقابلہ پر کھڑا کرنیوالا عبداللہ بن سبا بھی یہودن کا بیٹا تھا۔ بلکہ خود یہودی تھا۔ اور صرف ظاہر

میں اسلام کا اظہار کر رہا تھا

حضرت عبداللہ بن سلام تو ان لوگوں سے مایوس ہو کر چلے گئے اور ادھر ان لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ دروازہ کی طرف سے جا کر حضرت عثمان رضؓ کو قتل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس طرف تھوڑے بہت جو لوگ بھی روکنے والے موجود ہیں وہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ کیا کہ کسی ہمسایہ کے گھر کی دیوار پھاند کر حضرت عثمان رضؓ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ارادے سے چند لوگ ایک ہمسایہ کی دیوار پھاند کر آپ کے کمرہ میں گھس گئے جب اندر گھسے تو حضرت عثمان رضؓ قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور جب سے کہ محاصرہ ہوا تھا۔ رات اور دن آپکا یہی شغل تھا۔ کہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس کے سوائے اور کسی کام کی طرف توجہ نہ کرتے اور ان دنوں میں صرف آپنے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے آپنے دو آدمیوں کو خزانہ کی حفاظت کیلئے مقرر کیا۔ کیونکہ جیسا کہ ثابت ہے اس دن رات کو رویا میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپکو نظر آئے اور فرمایا کہ عثمان آج شام کو روزہ ہمارے ساتھ کھولنا اس رویا سے آپکو یقین ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤنگا۔ پس آپنے اپنی ذمہ داری کا خیال کرکے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ خزانہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اس کا پہرہ دیں تاکہ شور و شر میں کوئی شخص خزانہ کو لوٹنے کی کوشش نہ کرے۔

مفسدوں کا حضرت عثمان کو قتل کرنا

واقعاتِ شہادتِ حضرتِ عثمان رضؓ

غرض جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمان رضؓ کو قرآن کریم پڑھتے پایا ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر رضؓ بھی تھے۔ اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر ان کو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں چنانچہ انہوں نے بڑھکر حضرت عثمان رضؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اُن کے اس فعل پر صرف اس قدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے اگر تیرا باپ (حضرت ابوبکر) اس وقت ہوتا۔ تو کبھی ایسا نہ کرتا تجھے کیا ہوا۔ تو خدا کے لئے مجھ پر ناراض ہے۔ کیا اس کے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے میں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں۔ اسپر محمد بن ابی بکر رضؓ شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔ لیکن دوسرے

شخص وہیں رہے اور چونکہ اس رات بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہو جانے کی یقینی خبر آچکی تھی اور یہ موقعہ ان لوگوں کے لئے آخری موقعہ تھا ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کئے واپس نہ لوٹیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمان رضؓ کے سر پر ماری - اور پھر حضرت عثمان رضؓ کے سامنے جو قرآن کریم دھرا ہوا تھا اس کو لات مار کر پھینک دیا - قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمان رضؓ کے پاس آگیا اور آپکے سر پر سے خون کے قطرات گر گر اسپر آپڑے قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے - مگر ان لوگوں کے تقویٰ اور دیانت کا پردہ اس واقعہ سے اچھی طرح فاش ہو گیا -

جس آیت پر آپکا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اُسکے خونی حروف ...... کی جھلک کو دیکھکر خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں - وہ آیت یہ تھی فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السّمیع العلیم - اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لیگا اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے -

اسکے بعد ایک اور شخص سودان نامی آگے بڑھا اور اُس نے تلوار سے آپ پر حملہ کرنا چاہا پہلا وار کیا تو آپنے اپنے ہاتھوں سے اسکو روکا اور آپ کا ہاتھ کٹ گیا اسپر آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جسنے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا - اسکے بعد پھر اُسنے دوسرا وار کر کے آپ کو قتل کرنا چاہا - تو آپ کی بیوی نائلہ وہاں آگئیں اور اپنے آپ کو بیچ میں کھڑا کر دیا مگر اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا - اور وار کر دیا جس سے آپ کی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ ہو گئیں پھر اس نے ایک وار حضرت عثمان رضؓ پر کیا اور آپ کو سخت زخمی کر دیا - اسکے بعد اُس شقی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی شاید بچ جاویں اسیوقت جبکہ زخموں کے صدموں سے آپ بیہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اسوقت تک آپکا گلا نہیں چھوڑا - جبتک آپ کی رُوح جسم خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز نہیں کر گئی - انا للّٰہ وانا الیہ راجعون -

پہلے تو حضرت عثمان کی بیوی اس نظارہ کی ہیبت سے متاثر ہو کر بول نہ سکیں - لیکن آخر

انہوں نے آواز دی اور وہ لوگ جو دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اندر کی طرف دوڑے۔ مگر اب مدد فضول تھی جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان رض کے ایک آزاد کردہ غلام نے سودان کے ہاتھ میں وہ خون آلودہ تلوار دیکھکر جس سے اُسنے حضرت عثمان رض کو شہید کیا تھا نہ رہا گیا اور اس نے آگے بڑھکر اس شخص کا تلوار سے سر کاٹ دیا اسپر اُس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کر دیا۔ اب اسلامی حکومت کا تخت خلیفہ سے خالی ہو گیا۔ اہل مدینہ نے مزید کوشش فضول سمجھی اور ہر ایک اپنے اپنے گھر جا کر بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رض کو مار کر گھر پر دست تعدّی دراز کرنا شروع کیا۔ حضرت عثمان رض کی بیوی نے چاہا۔ کہ اس جگہ سے ہٹ جاویں تو ان کے لوٹتے وقت انمیں سے ایک کمبخت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو اس کے سرین.... کیسے موٹے موٹے ہیں۔

بیشک ایک حیادار آدمی کے لئے خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو اس بات کا باور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت سابق صحابی آپکے داماد۔ تمام اسلامی ممالک کے بادشاہ اور پھر خلیفہ وقت کو یہ لوگ ابھی ابھی مار کر فارغ ہوئے تھے ایسے گندے خیالات کا ان لوگوں نے اظہار کیا ہو لیکن ان لوگوں کی بیحیائی ایسی بڑھی ہوئی تھی۔ کہ کسی قسم کی بد اعمالی بھی ان سے بعید نہ تھی۔ یہ لوگ کسی نیک مدعا کو لیکر کھڑے نہیں ہوئے تھے نہ انکی جماعت نیک آدمیوں کی جماعت تھی انمیں سے بعض عبداللہ بن سبا یہودی کے فریب خوردہ اور اسکی عجیب و غریب مخالف اسلام تعلیموں کے دلدادہ تھے کچھ حد سے بڑھی ہوئی سوشلزم بلکہ بولشوزم کے فریفتہ تھے کچھ سزا یافتہ جرم تھے جو اپنا دیرینہ بغض نکالنا چاہتے تھے کچھ لٹیرے اور ڈاکو تھے جو اس فتنہ میں اپنی ترقیات کی راہ دیکھتے تھے۔ پس ان کی بیحیائی قابل تعجب نہیں۔ بلکہ یہ لوگ اگر ایسی حرکات نہ کرتے تب تعجب کا مقام تھا۔

جب یہ لوگ لوٹ مار کر رہے تھے ایک اور آزاد کردہ غلام سے حضرت عثمان رض کے گھر والوں کی چیخ پکار سنکر نہ رہا گیا اور اس نے حملہ کر کے اس شخص کو قتل کر دیا جسنے پہلے غلام کو مارا تھا اسپر ان لوگوں نے اسے بھی قتل کر دیا اور عورتوں کے جسم پر سے بھی زیور اتار لئے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے +

باغیوں کا بیت المال کو لوٹنا

اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھیوں میں عام منادی کرا دی کہ بیت المال کی طرف چلو اور اس میں جو کچھ ہو لوٹ لو چونکہ بیت المال میں سوا روپیہ کی دو تھیلیوں کے اور کچھ نہ تھا محافظوں نے یہ دیکھکر کہ خلیفہ وقت شہید ہو چکا ہے۔ اور ان لوگوں کا مقابلہ فضول ہے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ جو کچھ کرتے ہیں اُن کو کرنے دو۔ اور بیت المال کی کنجیاں پھینک کر چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المال کو جاکر کھولا اور اس میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اور اس طرح ہمیشہ سے اس امر کی صداقت پر مہر لگا دی کہ یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ اور ان کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ لوگ جو حضرت عثمان رض پر یہ اعتراض دھرتے تھے کہ آپ غیر مستحقین کو روپیہ دیدیتے ہیں حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ پہلے آپ کا گھر لوٹتے ہیں اور پھر بیت المال۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کی آرزوؤں کو اس معاملہ میں بھی پورا نہ ہونے دیا۔ کیونکہ بیت المال میں اس وقت سوائے چند روپیوں کے جو ان کی حرص کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اور کچھ نہ تھا۔

حضرت عثمان رض کی شہادت کی خبر جب صحابہ کو پہنچی تو ان کو سخت صدمہ ہوا حضرت زبیر رض نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اے خدا عثمان پر رحم کر اور اس کا بدلہ لے۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ اب وہ لوگ شرمندہ ہیں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو رہے ہیں تو آپنے فرمایا کہ یہ منصوبہ بازی تھی۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وحیل بینہم وبین ما یشتہون خدا نے انکی آرزوؤں کے پورے ہونے میں روکیں ڈالدی تھیں۔ یعنی جو کچھ یہ لوگ چاہتے تھے چونکہ اب پورا ہوتا نظر نہیں آتا کل عالم اسلامی کو اپنے خلاف جوش میں دیکھ رہے ہیں اسلئے اظہار ندامت کرتے ہیں

حضرت عثمان رض کی شہادت پر صحابہ کا جوش

جب حضرت طلحہ رض کو خبر ملی۔ تو آپنے بھی یہی فرمایا کہ خدا تعالیٰ عثمان رض پر رحم فرما دے۔ اور اس کا اور اسلام کا بدلہ ان لوگوں سے لے۔ جب اُن سے کہا گیا کہ اب تو وہ لوگ نادم ہیں تو آپنے فرمایا کہ ان پر ہلاکت ہو اور یہ آیت کریمہ پڑھی فلا یستطیعون توصیۃ ولا الیٰ اھلہم یرجعون۔ ان کو وصیت کرنے کی بھی توفیق نہ ملیگی اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس نہ لوٹ سکیں گے۔

اسی طرح جب حضرت علی رض کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عثمان رض پر رحم فرما دے

اور انکے بعد ہمارے لئے کوئی بہتر جانشین مقرر فرماوے - اور جب اُن سے بھی کہا گیا - کہ اب تو وہ لوگ بہت شرمندہ ہیں تو آپنے یہ آیت کریمہ پڑھی کمثل الشیطان اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منک انی اخاف رب العالمین یعنی ان کی مثال اس شیطان کی ہے جو لوگوں کو کہتا ہو کہ کفر کرو جب وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں تو پھر کہتا ہو کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں - جب ان لشکروں کو جو حضرت عثمان رضہ کی مدد کے لئے آرہے تھے معلوم ہوا کہ آپ شہید ہوگئے ہیں - تو وہ مدینہ سے چند چند میل کے فاصلہ پر سے ہی لوٹ گئے - اور مدینہ کے اندر داخل ہونا انہوں نے پسند نہ کیا کیونکہ ان کے جانے سے حضرت عثمان رضہ کی تو کوئی مدد ہو نہ سکتی تھی اور خطرہ تھا کہ فساد زیادہ نہ بڑھ جاوے اور مسلمان عام طور پر بلا امام کے لڑنا بھی پسند نہ کرتے تھے اب مدینہ انہیں لوگوں کے قبضہ میں رہ گیا اور ان ایام میں ان لوگوں نے جو حرکات کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں حضرت عثمان رضہ کو شہید تو کر چکے تھے - ان کی نعش کے دفن کرنے پر بھی انکو اعتراض ہوا اور تین دن تک آپ کو دفن نہ کیا جا سکا - آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپ کو دفن کیا - ان لوگوں کے راستہ میں بھی انہوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے ان کا مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے حضرت عثمان رضہ کے دونوں غلاموں کی لاشوں کو باہر جنگل میں نکال کر ڈال دیا اور کتوں کو کھلا دیا نعوذ باللہ من ذلک +

واقعات متذکرہ کا خلاصہ اور نتائج

یہ وہ صحیح واقعات ہیں جو حضرت عثمان رضہ کے آخری ایام خلافت میں ہوئے - ان کے معلوم کرنے کے بعد کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عثمان رضہ یا صحابہ کا ان فسادات میں کچھ بھی دخل تھا حضرت عثمان رضہ نے جس محبت اور جس اخلاص اور جس بردباری سے اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے خدائے پاک کے بندوں کے سوا اور کسی جماعت میں ایسی مثال نہیں مل سکتی وہ بے نوٹ مسند خلافت پر بیٹھے اور بے نوٹ ہی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے - ایسے خطرناک اوقات میں جبکہ بڑے صابر کا بھی خون جوش میں آجاتا ہے آپنے ایسا رویہ اختیار کیا کہ آپ کے خون کے پیاسے آپ کے

قتل کے لئے کوئی کمزور سے کمزور بہانہ بھی تلاش کر سکے اور آخر اپنے ظالم ہونے اور حضرت عثمان کے بری ہونیکا اقرار کرتے ہوئے انہیں آپ پر تلوار اٹھانی پڑی۔

اسی طرح ان واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کو حضرت عثمان رضہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا وہ آخر وقت تک وفاداری سے کام لیتے رہے اور جبکہ کسی قسم کی مدد کرنی بھی ان کے لئے ناممکن تھی تب بھی اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر آپ کی حفاظت کرتے رہے یہ بھی ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فساد میں حضرت عثمان رضہ کے انتخاب الیان کا بھی کچھ دخل نہ تھا۔ اور نہ والیوں کے مظالم اسکے باعث تھے کیونکہ ان کا کوئی ظلم ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضہ اور حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر رضہ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی الزام بالکل غلط ہے ان تینوں اصحاب نے اس وفاداری اور اس ہمدردی سے اس فتنہ کے دور کرنے میں سعی کی ہے کہ سگے بھائی بھی اس سے زیادہ تو کیا اسکے برابر بھی نہیں کر سکتے انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضہ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

فساد کا اصل باعث یہی تھا۔ کہ دشمنان اسلام نے ظاہری تدابیر سے اسلام کو تباہ ہوتے نہ دیکھ کر خفیہ ریشہ دوانیوں کیطرف توجہ کی اور بعض اکابر صحابہ کی آڑ لیکر خفیہ خفیہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہا۔ جن ذرائعہ سے انہوں نے کام لیا وہ اب لوگوں پر روشن ہو چکے ہیں۔ سزا یافتہ مجرموں کو اپنے ساتھ لیڈروں کو تحریص دلائی جھوٹی مساوات کے خیالات پیدا کر کے انتظام حکومت کو کھوکھلا کیا۔ مذہب کے پردہ میں لوگوں کے ایمان کو کمزور کیا۔ اور ہزاروں حیلوں اور تدبیروں سے ایک جماعت تیار کی پھر جھوٹ سے حیل سے اور فریب سے کام لیکر ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کا مقابلہ کرنا حضرت عثمان رضہ اور دیگر صحابہ کے لئے مشکل ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوتا مگر ہم واقعات سے یہ جانتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت عمر رضہ کی خلافت بھی ہوتی۔ تب بھی یہ فتنہ ضرور کھڑا ہو جاتا۔ اور وہی الزام جو حضرت عثمان رضہ پر لگائے گئے حضرت عمر رضہ پر بھی لگائے جاتے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضہ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جو حضرت عمر رضہ اور حضرت ابو بکر رضہ نے نہیں کیا تھا۔

حضرت علی رضہ کی خلافت کے واقعات چونکہ بوجہ قلت وقت چند منٹ میں بیان کئے گئے تھے اور بہت مختصر تھے اس لئے نظر ثانی کے وقت میں نے اس حصہ کو کاٹ دیا

(خاکسار مرزا محمود احمد)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اسلامی تاریخ سے واقفیت کی ضرورت	۱	باغیوں کا مدینہ پر تسلط قائم کرنا	۶۱
مضمون کی اہمیت	〃	اکابر صحابہ کا باغیوں سے وجہ واپسی دریافت کرنا	〃
اسلام کا شاندار ماضی	۲	حضرت عثمان کی باغیوں کے الزام سے بریت	۶۳
اسلام کے اولین فدائی حضرت عثمان و حضرت علی	۳	باغیوں کے منصوبہ کی اصلیت	۶۴
غیر مسلم مورخین کی غلط بیانیاں	〃	خط والے منصوبہ کے ثبوت میں سات دلائل	۶۵
اسلام میں فتنوں کے اصلی موجب صحابہ نہ تھے	۴	مفسدوں کی اہل مدینہ پر زیادتیاں	۷۱
اختلافات کا ظہور خلیفہ ثالث کے زمانہ میں کیوں ہوا	۵	حضرت عثمان کا مفسدوں کو نصیحت کرنا	〃
حضرت عثمان کے ابتدائی حالات	〃	مفسدوں کا عصائے نبوی توڑنا	۷۲
حضرت عثمان رض کا مرتبہ رسول صلعم کی نظر میں	۷	مفسدوں کا مسجد نبوی میں کنکر برسانا اور	۷۳
فتنہ کہاں سے پیدا ہوا	۸	حضرت عثمان کو زخمی کرنا	
فتنہ کے چار وجوہ	〃	صحابہ کی مفسدوں کے خلاف جنگ پر آمادگی	〃
خلافت اسلام ایک مذہبی انتظام تھا	۹	مدینہ میں مفسدوں کے تین بڑے ساتھی	۷۴
صحابہ کی نسبت بدگمانی بلا وجہ ہے	۱۲	حضرت عثمان کو خلافت سے دستبرداری کیلئے مجبور کیا جانا	۷۵
فتنہ حضرت عثمان کے وقت کیوں اٹھا	۱۶	حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ	۷۶
مفسدوں کی سازشوں کا انکشاف	۴۹	حضرت علی کا محاصرہ کرنیوالوں کو نصیحت کرنا	۷۷
حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے	۵۰	حضرت ام حبیبہ سے مفسدوں کا سلوک	۷۷
مفسدوں کی ایک اور سازش	۵۱	ام حبیبہ کی دینی غیرت کا نمونہ	۷۸
سازش کا انکشاف	۵۲	حضرت عائشہ کی حج کے لئے تیاری	۷۹
حضرت عثمان کا مفسدوں کو بلوانا	〃	حضرت عثمان کا والیان صوبجات کو مراسلہ	〃
حضرت عثمان کا اتہامات سے بریت ثابت کرنا	۵۳	حضرت عثمان کا حاجیوں کے نام خط	۸۰
حضرت عثمان کا مفسدوں پر رحم کرنا	۵۴	مفسدونکا حضرت عثمان کے گھر میں پتھر پھینکنا	۸۲
مفسدوں کی اور گہری سازش	۵۵	فتنہ فرو کرنے میں صحابہ کی مساعی جمیلہ	〃
مفسدوں کا مدینہ میں پہنچنا	۵۷	حضرت عثمان کے گھر پر مفسدوں کا حملہ	۸۵
اہل مصر کا حضرت علی رض کے پاس جانا	۵۸	حضرت عثمان کا صحابہ کو وصیت کرنا	۸۵
محمد بن ابی بکر کا والی مصر مقرر ہونا	۵۹	حاجیوں کی واپسی پر باغیوں کی گھبراہٹ	۸۷
اختلاف روایت کی حقیقت	〃	صحابہ کی مفسدوں سے لڑائی	۸۸
تاریخ کی تصحیح کا زریں اصول	۶۰	عبداللہ بن سلام کا مفسدونکو نصیحت کرنا	۹۰
حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کی بریت	〃	مفسدوں کا حضرت عثمان کو قتل کرنا	۹۱
باغیوں کا دوبارہ مدینہ میں داخل ہونا	۶۱	واقعات شہادت حضرت عثمان	۹۱
اہل مدینہ کا باغیوں کو سمجھانا	۶۲	باغیوں کا بیت المال کو لوٹنا	۹۴
		واقعات متذکرہ کا خلاصہ اور نتائج	۹۵

کپو آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام بابو گوراندتہ چھپا